یا اللہ جل جلالہٗ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

إنِّي وَاللهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي

خدا کی قسم مجھے تم پر خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبوی کی روشنی میں

ایصالِ ثواب

اور

فاتحہ خوانی

مؤلف

ابو العتیق غلام نبی ہمدمی نقشبندی قادری

ناشر

دار العلوم جامعہ عتیقیہ رضویہ (رجسٹرڈ) کلاس والا

ضلع سیالکوٹ

باسمہٖ تعالیٰ

خدا کی قسم مجھے تم پر یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے

(الحدیث)

ایصالِ ثواب

اور

فاتحہ خوانی

(قرآن و احادیث کی روشنی میں)

مُصنّفہ

ابو العتیق غلام نبی ہمدمی

مُہتمم دار العلوم جامعہ عتیقیہ رضویہ (رجسٹرڈ) کلاسوالہ

ضلع سیالکوٹ

نام کتاب ——— ایصالِ ثواب اور فاتحہ خوانی
(قرآن و احادیث کی روشنی میں)

مصنف ——— علامہ ابو العتیق غلام نبی ہمدمی

کتابت ——— القمر پنوانہ ضلع سیالکوٹ

صفحات ——— ۱۴۴

سال اشاعتِ ثانی ——— سنہ ۱۴۱۹ھ / سنہ ۱۹۹۸ء

ناشر ——— شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عتیقیہ رضویہ (رجسٹرڈ)
کلاسوالہ ضلع سیالکوٹ

مطبع ——— گنجشکر پرنٹرز لاہور

ہدیہ ——— ۵۰/- روپے

واحد تقسیم کار
اسلامی کتب خانہ، اقبال روڈ سیالکوٹ

انتساب

فقیر اپنی اس حقیر سی علمی کاوش الموسوم "ایصالِ ثواب اور فاتحہ خوانی" کو بصد ادب و احترام استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ الحاج محمد سردار احمد صاحب محدثِ اعظم پاکستان قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت رفیع الدرجت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے جن کی نوازش کریمانہ اور التفاتِ بزرگانہ نے ناچیز کے قلم کو صفحۂ قرطاس پر پہنچنے کا حوصلہ عطا کیا۔

نذر گزار

فقیر ابو العتیق غلام نبی ہمدمی

فاضل جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد

بتاریخ

۱۶ ذی قعدہ ۱۴۱۳ھ
۹ مئی سنہ ۱۹۹۳ء بروز یکشنبہ

پیرِ طریقت فاضلِ شہیر ابو المعانی عبد المصطفیٰ حضرت علامہ مہر محمد خاں صاحب [illegible]

کی

تائیدِ گرامی

حضرت مُلّا علی قاری اپنے فتاویٰ "ارجندی" میں حدیث نقل فرماتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السّلام نے خود اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا تیجا کیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

قَالَ کَانَ یَوْمُ الثَّالِثِ مِنْ وَفَاتِ اِبْرَاھِیْمَ بن مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَ اَبُوْذَرٍّ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَعَہٗ تَمْرَۃٌ یَابِسَۃٌ وَلَبَنُ النَّاقَۃِ وَخُبْزُ الشَّعِیْرِ فَوَضَعَھَا عِنْدَ النَّبِیِّ فَقَرَءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ الفاتحۃَ مَرَّۃً وَسُوْرَۃَ الْاِخْلَاصِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَقَرَءَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اَنْتَ لَھَا اَھْلٌ وَھُوَ لَھَا اَھْلٌ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ وَمَسَحَ عَلٰی وَجْھِہٖ فَاَمَرَ لِاَبِیْ ذَرٍّ اَنْ یُقَسِّمَہَا وَثَوَابَ ھٰذِہِ الْاَطْعِمَۃِ لِابْنِیْ اِبْرَاھِیْمَ۔

یعنی حضرت ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا تیسرا دن

تھا کہ حضرت ابُوذر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اُن کے پاس سوکھے چھوہارے اور اونٹنی کا دُودھ اور جَو کی روٹی تھی۔ ان چیزوں کو لاکر سامنے رکھ دیا تو حضور نے اُن پر ایک بار سورۃ الحمد اور تین بار سورۃ اخلاص پڑھی اور درُود پڑھا پھر حضور نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور چہرے پر پھیرے اور ابُوذر کو فرمایا کہ ان چیزوں کو تقسیم کر دیں۔ اور ان چیزوں کا ثواب میرے فرزند ابراہیم کو پہنچے۔

(گیارھویں شریف جلد ۲ ص ۲۳۴)

~~~~~~

قارئینِ محترم!

قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح اور ثابت ہے کہ فوت شُدگان کے ایصالِ ثواب کی خاطر، اُن کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لیے ہمارا دعا کرنا، صدقہ وخیرات کرنا نفلی عبادات اور قرآن حکیم کی تلاوت کرنا اُن کے حق میں بیحد نفع بخش اور تخفیفِ عذاب کا سبب ہے۔

اس کارِ خیر کو گناہ یا حرام سمجھنا کتاب وسُنّت اور سلف صالحین کے اقوال واعمال کے سراسر خلاف ہے۔

خیراندیش — محمد محی

کلاسوالہ ضلع سیالکوٹ
~~~~~~

تقریظ

زیرِ نظر کتاب "ایصالِ ثواب اور فاتحہ خوانی" جو کہ شیخ الجامعہ حضرت علامہ ابو العتیق غلام نبی صاحب ہمدمی دامت برکاتہم العالیہ مہتمم دار العلوم جامعہ عتیقیہ رضویہ (رجسٹرڈ) کلاسوالہ کی تصنیفِ گرامی ہے جس میں مسئلہ فاتحہ خوانی ختم تیجہ، دسواں اور چالیسواں پر قرآن پاک اور احادیثِ نبوی کی روشنی میں فاضلانہ انداز میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے کہ بدنی عبادت مثلاً تلاوتِ قرآن وغیرہ اور مالی عبادت یعنی صدقہ و خیرات وغیرہ کا ثواب ہر مسلمان مرد و عورت خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ کو پہنچتا ہے۔

فاضلِ محترم نے ایصالِ ثواب کے مذکورہ مسئلہ کی اس فقہی تحقیق میں کتاب و سنت کی تعلیمات، فقہائے کرام اور صلحائے عظام کے واقعات اور محدثین و محققین کے اقوال و ملفوظات کے ساتھ ساتھ فاتحہ خوانی اور ایصالِ ثواب کے منکرین و مخالفین کے پیشوا و اکابرین کے معمولات و روایات کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے۔ اور دلائلِ عقلیہ و نقلیہ سے بخوبی واضح اور ثابت کیا ہے کہ یہ کارِ خیر ہر لحاظ سے جائز اور مستحسن ہے۔ ان حقائق و بصائر کے باوصف تصنیف ہٰذا اہلِ سنت و جماعت کی ایک تحقیقی سند اور تاریخی دستاویز کا درجہ رکھتی ہے جس کا مطالعہ ہر مسلمان کیلئے مفید اور کارآمد ثابت ہوگا۔ ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

احقر قمر یزدانی، پیوانہ ضلع سیالکوٹ

۲۰/ ذیلقعد ۱۴۱۳ھ



اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ،

بلاشک و شبہ ایصالِ ثواب للاموات (رفتگان و گذشتگان حضرات) کے لیے جائز اور مستحب عمل ہے۔

یہی ایک طریقہ ہے کہ برزخی مشکلات و مہمات میں مبتلا فوت شدگان کی مدد کی جاسکتی ہے۔

چنانچہ ہم اہلِ سنت و جماعت کسی فوت شدہ کے لیے جو ختم قل، تیجہ، ساتہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں کرتے ہیں وہ سب ایصالِ ثواب سے عبارت ہیں کہ اس میں تسبیح و تہلیل، تلاوتِ قرآن، درود وسلام، دعا و استغفار، کھانا، پانی، دودھ وغیرہ صدقہ و خیرات کی نیت سے سب کچھ ایصالِ ثواب ہی کے لیے کیا جاتا ہے۔

اِن اعمال کی انجام دہی کو نہ تو ہم فرض کا درجہ دیتے ہیں نہ واجب کا نہ سنت مؤکدہ کا اور نہ ہی تعینِ یوم کو فرض، واجب، سنت مؤکدہ سمجھتے ہوئے التزام کرتے ہیں بلکہ ان جملہ امور کو سنت مستحبہ اور جائز سمجھتے

ہیں اور ان معمولات کی بجا آوری کو باعثِ ثواب اور سعادتِ دارین سمجھتے ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ عبادات بدنی ہوں یا مالی سب کا فوت شدگان (۱) کو ثواب پہنچتا ہے اور اس کی برکت سے مرنے والوں کو عالمِ برزخ میں آرام وراحت میسّر ہوتی ہے اور ہمارے صدقات وخیرات اور دُعا و استغفار سے مرنے والوں کے درجات میں بلندی اور عذابِ قبر میں تخفیف ہوتی ہے۔

جبکہ ایصالِ ثواب کے ہمارے اِن معمولات کو مُنکرین و مانعین بدعت اور حرام قرار دیتے ہیں جیسا کہ وہابی غیر مقلّدین کے فتاویٰ نذیریہ جلد اوّل ص ۲۷۸ پر ایک سوال کے جواب میں مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ:۔

"تیجا اور دسواں، بیسواں، چالیسواں، چھ ماہی، برسی اور گیارہویں اور فاتحہ مروّجہ، شب برات کرنا اور اس طریقہ خاص سے مجتمع ہو کر قرآن اور کلمہ پڑھنا خواہ مکان میں بیٹھ کر خواہ قبر پر اور مُردے کے دفن کے بعد جمعہ تک قبر پر بیٹھنا یہ سب بدعت اور گمراہی ہے"۔

اسی طرح غیر مقلّد وہابیوں کے مولوی شیخ الکل فی الکل حضرت علامہ ابو البرکات احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ اپنے فتاویٰ برکاتیہ کے ص ۱۴۴ پر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

(۱)۔ فوت ہو چکے ہیں۔

سوال

آج کل بریلوی حضرات رسم قُل، ساتواں، دسواں، گیارہویں، رسم چہلم، عُرس، میلہ، میلاد النبی کا جلوس (صلی اللہ علیہ وسلم) وغیرہ کرتے ہیں، حدیث میں کہیں ان کا ثبوت ہے کہ نہیں! وضاحت مطلوب ہے؟

محمد اسلم گل والہ

جواب

سوال میں مذکورہ تمام باتیں بدعت ہیں جو کہ بدعتیوں نے دین میں داخل کی ہوئی ہیں۔

نیز فتاویٰ ستاریہ جلد ۲ ص ۱۱۲۔

اسی طرح دیوبندی حضرات بھی ان معمولات کو بدعت و حرام کہتے ہیں جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل ص ۹۹ پر ہے "فاتحہ مروّجہ بھی بدعت ہے" نیز فرمایا، سوم، دہم و چہلم جملہ رسوم ہنود کی ہیں بلکہ یہاں تک فرمایا کہ فاتحہ کھانے یا شیرینی پر پڑھنا بدعت ضلالت ہے ہرگز نہ کرنا چاہیے

فقط رشید احمد فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۵

جبکہ نفسِ ایصالِ ثواب کے وہابی غیر مقلّد اور دیوبندی سب قائل ہیں جیسا کہ اُن کی کُتب سے ثابت کیا جائیگا۔

احقر العباد

فقیر ابو العتیق غلام نبی ہمدمی نقشبندی قادری

کلاسوالہ ضلع سیالکوٹ

اثباتِ ایصالِ ثواب

فوت شدگان کی ارواح کو بدنی یا مالی عبادات کا ثواب اور دُعا و استغفار نہ یہ کہ جائز ہے بلکہ باعثِ حصولِ خیرات و برکات بھی ہے اور اس پر اُمّتِ مسلمہ کا اجماع ہے اس کی خلاف ورزی باعثِ گمراہی اور بے دینی ہے، اور انجام دہی ذریعہ بخشش و نجات ہے۔

چنانچہ فاضلِ شہیر حضرت علامہ ثناء اللہ صاحب پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی تفسیر مظہری میں نقل فرماتے ہیں۔

"طبرانی نے الاوسط میں مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ حضور نے فرمایا، میری اُمّت مرحومہ اُمّت ہے، گناہ اپنے ساتھ لے کر قبروں میں جائے گی اور قبروں سے بے گناہ ہو کر نکلے گی، مومن اُس کے لیئے دُعائے مغفرت کریں گے جس کی وجہ سے وہ گناہوں سے خالص (پاک) ہو جائے گی۔"

امام سیوطی کا قول ہے کہ متعدد لوگوں نے اس بات پر اجماع کا ہونا بیان کیا ہے کہ (زندوں کی) دُعا سے مُردوں کو فائدہ ہوتا ہے اس کی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا
اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ

وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا
اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ (سورہ حشر پ۲۸ آیت نمبر ۱۰)

(ترجمہ) اور وہ جو اُن کے بعد آئے عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ، اے رب ہمارے! بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے"۔

میں کہتا ہوں یہ امرِ ظاہر ہے کہ زندوں کی دُعاؤں سے مُردوں اور زندوں دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور یہ بات صرف اسی اُمّت کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ انبیاء سابقین نے اپنے متعلقین کے لئے دُعا اور استغفار کی التجائیں کیں جیسا کہ قرآن پاک نے بیان فرمایا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے والدین اور تمام مومنین اور مومنات کے لیئے دُعا فرمائی۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا
وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (پ۲۹ سورہ نوح آیت ۲۸)

(ترجمہ) اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اُسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر سے فرمایا تھا:۔

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝

(ترجمہ) قریب ہے کہ میں تیرے لیئے اپنے رب سے معافی مانگوں گا۔ (سورہ مریم آیت نمبر ۴۷ پ ۱۶)

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے والدین اور قیامت تک سب مومنوں کے حق میں بخشش کی دعا فرمائی۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝ (پ ۱۳ سورہ ابراہیم آیت ۴۱)

(ترجمہ) اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا"۔

حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا:۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ

(پ ۱۳ سورہ یوسف آیت نمبر ۹۲)

(ترجمہ) آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے۔

حضرت یوسف علیہ السّلام کے بھائیوں نے اپنے باپ (حضرت یعقوب علیہ السلام) سے درخواست کی تھی:۔

يٰاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ ۝
قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (سورہ یوسف آیت نمبر ۹۷، ۹۸)

(ترجمہ) اے ہمارے باپ! گناہوں کی معافی مانگیئے بے شک

ہم خطا دار ہیں۔
کہا جلد ہی میں تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا، بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے"۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کہا تھا:۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ

(سورہ اعراف آیت نمبر ۱۵۱)

(ترجمہ) اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت کے اندر لے لے۔
(تفسیر مظہری جلد ۱ صفحہ ۱۷۸)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۝ (پ ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۵)

(ترجمہ) اور فرشتے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے ہیں اور زمین والوں کے لیئے معافی مانگتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات قرآنی اور تائید ایزدی سے روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ فوت شدگان کے لیئے دعا و استغفار سنت انبیاء علیہم السّلام ہے۔ لیکن ایصال ثواب کے منکرین میں ایک ایسا گروہ معتزلہ اور خارجیوں کا ہوا ہے۔ جنہوں نے اس آیۂ مبارکہ کو سہارا بنا کر ایصال ثواب کا انکار کیا ہے۔ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا

مَا سَعٰی ۔ (پ ۲۷ سورہ نجم آیت نمبر ۳۹) ترجمہ ۔ اور یہ کہ انسان کو
صرف اپنی ہی کمائی ملے گی ۔

یعنی ہر انسان کو اس کی کوشش کا معاوضہ ملے گا نہ
دوسرے کے گناہ کی سزا اس کو ملے گی نہ دوسرے کی نیکی کا ثواب
اُس کو حاصل ہوگا جس کی بنا پر اگر کوئی مسلمان یہ چاہے کہ میرے
کسی نیک عمل کا ثواب فلاں مُردہ کو ملے تو یہ اس لیے جائز نہیں
کہ قرآن نے کہہ دیا ہے کہ انسان کو صرف اُس کے اپنے عمل ہی سے
فائدہ پہنچ سکتا ہے نہ یہ کہ ایک انسان اپنی نیکی کا ثواب کسی کو بخش
دے تو اُس کو فائدہ ہو ایسا ہرگز نہ ہوگا ۔

ایصالِ ثواب کے منکر اگر اس آیۂ مبارکہ کو دلیل بنا کر ایصالِ ثواب کا
انکار کرتے ہیں تو اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے
ہیں کہ یہ آیت اس دوسری آیت وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ
بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ (سورہ طور آیت نمبر ۲۱)
(ترجمہ) اور جو ایمان لائے اور اُن کی اولاد نے ایمان کے ساتھ اُن
کی پیروی کی ہم نے اُن کی اولاد اُن سے ملا دی سے منسوخ ہے ۔
(تفسیر مظہری جلد ۱۱ صـ ۱۲۶)

یعنی جنت میں اگرچہ باپ دادا کے درجے بلند ہوں تو بھی اُن
کی خوشی کے لیے اُن کی اولاد اُن کے ساتھ ملا دی جائے گی اور
اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس اولاد کو بھی وہ درجہ عطا فرمائے گا ۔

تو ایماندار والدین کے ایمان کی برکت سے اُن کی نیک اولاد کو فائدہ
پہنچے گا ۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
کے تحت امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَھٰذَا مَنْسُوْخُ
الحکم فی ھٰذہ الشریعۃ بقولہ تعالیٰ الحقنا بھم
ذریتھم (روح البیان جلد ۹ صـ ۲۴۷)

یہ آیت کریمہ اس شریعت میں مطابق آیۃ مبارکہ والحقنا بھم
ذریتھم منسوخ الحکم ہے ۔

اور فرمایا یشفع اللہ الاٰباء فی الابناء والابناء
فی الاٰباء یدل علی ذالک قولہ تعالیٰ اٰبَاؤُکُمْ
وَاَبْنَاؤُکُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا
(سورہ نساء پ ۴ آیت ۱۱)
(روح البیان جلد ۹ صفحہ ۲۴۷)

کہ آباء و اجداد اولاد کی اور اولاد آباء و اجداد کی شفاعت کریں گے کہ
اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اٰباؤکم وابناؤکم (الآیۃ) کہ تمہارے باپ
اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ اُن میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا ۔
دلیل ہے ۔

ربیع بن انس نے فرمایا آیت میں انسان سے مراد کافر انسان
ہے کہ کسی کو دوسرے کے عمل سے فائدہ پہنچنے کا دارومدار اس کے

ایمان پر ہے کہ یہ اس کی اپنی محنت اور کوشش ہے۔ اگر ایمان نہیں
تو پھر نہ اس کو اپنے عمل کا فائدہ ہوگا نہ دوسرے کے عمل کا کافر
کو اس کے عمل کا معاوضہ دنیا ہی میں مل جاتا ہے۔ آخرت میں اس
کے لیے کوئی حصہ نہیں وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (پ۲۵ شوریٰ)
جیسا کہ عاص بن وائل کی حدیث سو اونٹ والی (مشکوٰۃ شریف ص۲۶۲)
جو آگے آرہی ہے۔

نیز امام اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:-

قال عكرمة كان ذلك لقوم ابراهيم وموسٰى و
اما هذه الامة فلهم ما سعوا وما سعى
لهم غيرهم . (روح البیان جلد۹ ص۲۴۷)

جناب عکرمہ نے فرمایا کہ یہ حکم حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم
کے لئے تھا رہی یہ امت تو اس کے لیے جو یہ کریں وہ بھی اور جو کوئی
کرے اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

ضیاء الامت جسٹس حضرت پیر سید محمد کرم شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ
فرماتے ہیں:-

"منکرین ایصال ثواب کے اس مفہوم کو اگر تسلیم کر لیا جائے
تو قرآن پاک کی کثیر التعداد آیتیں بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں۔
اس لیے امت کا اجماع اس بات پر ہے کہ ہم اپنے اعمال
کا ثواب اپنے والدین اور دوسرے مومنین کو پہنچا سکتے ہیں۔

اور اس سے انہیں فائدہ بھی پہنچتا ہے۔

اصولی طور پر تمام علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے تفصیلات
میں کچھ اختلاف ہے جس کا خلاصہ پیش نظر ہے۔

عبادات کی کئی قسمیں ہیں، خالص بدنی عبادات مثلاً نماز،
روزہ، تلاوتِ قرآن۔ خالص مالی عبادات جیسے صدقات
وغیرہ۔ مالی اور بدنی عبادات کا مرکب جیسے حج وغیرہ۔

امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ خالص بدنی عبادات کا
ثواب دوسرے کو نہیں پہنچ سکتا البتہ عبادات کی دوسری قسموں
کا ثواب دوسرے کو پہنچ سکتا ہے۔

لیکن احناف کا مسلک یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ہر نیک
عمل کا ثواب دوسرے کو بخش سکتا ہے خواہ اس نیک عمل کا تعلق
عبادات کی کسی قسم سے ہو، نماز، روزہ، تلاوتِ قرآن، ذکر، صدقہ
حج، عمرہ جو نیک عمل بھی وہ کرے اس کے بارے میں وہ اللہ تعالیٰ
کے حضور عرض کر سکتا ہے، "الٰہی! اس کا ثواب فلاں شخص کو
پہنچا"۔ اس بارے میں اتنی کثرت سے صحیح احادیث موجود
ہیں کہ کوئی مسلمان ان کے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا"۔

(ضیاء القرآن جلد ۵ ص۲۵)

یہاں ہم ان میں سے چند احادیث ہدیۂ ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کرتے
ہیں:-

۱- عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلاث صدقة جارية وعلم ینتفع به اوولد صالح یدعوله،

(رواه مسلم مشکوٰة ج ۱ باب العلم ص ۳۲ تفسیر مظہری جلد ۱۱ ص ۱۷۷)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔ بجز تین اعمال کے کہ ان کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا۔ صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔"

(تفسیر ضیاء القرآن جلد ۵ ص ۳۶)

پہلے دو کام تو ایسے ہیں جن میں اس شخص کا بھی عمل دخل ہے لیکن لڑکے کی دعا لڑکے کا اپنا فعل ہے اس سے بھی میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

۲- عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم ان الله لیرفع الدرجة للعبد الصالح فی الجنة فیقول یارب انّی لی هذه فیقول باستغفار ولدك لك،

(رواه احمد و رواه طبرانی، تفسیر مظہری جلد ۱۱ ص ۱۷۷)

(ضیاء القرآن جلد ۵ ص ۳۶)

(ترجمہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی جنت میں کسی عبدِ صالح کے درجے کو بلند فرما دیتا ہے تو وہ بندہ پوچھتا ہے کہ یارب میرا درجہ کیسے بلند ہوا؟ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تیرے لڑکے نے تیرے لئے استغفار کی، اس کی برکت سے تیرا درجہ بلند ہوا۔

۳- عن ابن عباس قال قال النبی صلی الله علیه وسلم ما المیت فی قبره الا شبه الغریق المتغوث ینتظر دعوة تلحقه من اب او ام او ولد او صدیق ثقة واذا لحقته کانت احب الیه من الدنیا وما فیها وان الله لیدخل علی القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال وان هدية الاحیاء الی الاموات الاستغفار لهم۔

(رواه البیهقی والدیلمی مشکوٰة باب الاستغفار ج ۱ ص ۲۰۶)

(تفسیر مظہری جلد ۱۱ ص ۱۷۷ - ضیاء القرآن جلد ۵ ص ۳۶)

(ترجمہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر میں میت کی مثال ڈوبنے والے کی طرح ہوتی ہے جو فریاد کر رہا ہوتا ہے اور اس چیز کا منتظر ہوتا ہے کہ اس کے باپ، اس کی ماں یا لڑکے یا باوفا دوست کی دعا اسے پہنچے اور جب وہ دعا اسے پہنچتی ہے تو اس کی قدر و منزلت اس کے نزدیک دنیا وما فیها سے زیادہ ہوتی ہے، اللہ تعالی اہل زمین کی دعاؤں کی برکت سے قبروں پہ رحمت کے پہاڑ بھیجتا ہے اور مُردے

ہوؤں کے لیئے دوستوں کا تحفہ یہ ہے کہ وہ ان کے لیئے دُعائے مغفرت کریں ۔

۴ ـ عن عائشة ان رجلا قال یارسول اللہ ان امی افتلتت نفسها لم توص واظنها لو تکلمت تصدقت فهل لها اجر ان تصدقت عنها قال نعم

متفق علیہ (مشکوٰۃ باب الصدقۃ المرأۃ ص۱۷۲)

(تفسیر مظہری جلد ۱۱ ص۱۷۸ ـ ضیاء القرآن جلد ۵ ص۳۶)

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں بغیر کچھ وصیت کیئے اچانک فوت ہوگئی، میرا خیال ہے اگر اسے بولنے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ دیتی اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا اسے اس کا اجر ملیگا؟ حضور نے فرمایا ـ ہاں ۔

۵ ـ عن ابن عباس ان سعد بن عبادة توفیت امه وهو غائب فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال یارسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان امی ماتت وانا غائب فهل ینفعها ان تصدقت عنها قال نعم وقال انی اشهدك ان حائطی صدقتها عنها (رواہ البخاری جلد ۱ ص۳۸۷)

(ترمذی جلد ۲ ص۱۳۷ تفسیر مظہری جلد ۱۱ ص۱۷۸ ضیاء القرآن جلد ۵ ص۳۷)

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سعد بن عبادہ کی والدہ نے وفات پائی تو آپ موجود نہ تھے جب واپس آئے تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری والدہ نے میری غیر حاضری میں وفات پائی اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا اُسے نفع پہنچے گا تو حضور نے فرمایا ہاں پہنچے گا انہوں نے عرض کی حضور گواہ رہیں میں نے اپنا باغ اسکی طرف سے صدقہ کیا ۔

۶ ـ دوسری روایت

عن سعد بن عبادة قال یارسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء فحفر بئرا وقال هذه لام سعد

(رواہ ابوداؤد والنسائی مشکوٰۃ باب فضل الصدقۃ ص۱۶۹)

(روح البیان جلد ۹ ص۲۷۴)

(ترجمہ) سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُم سعد فوت ہوگئی ہے اُس کے لیئے کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا پانی ۔ اس نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا یہ اُم سعد کا ہے۔

۷ ـ عن انس سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول مامن اهل بیت یموت منهم ویتصدقون عنه بعد موته الا اهدی له جبرائیل علی طبق من نور ثم یقف علی شفیر القبر فیقول یا صاحب القبر

العمیق ھذہ ھدیۃ اھداھا الیک اھلک فاقبلھا فیدخل علیہ فیفرح بھا فیستبشر ویحزن جیرانہ الذین لا یھدی الیھم شیئ (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

(تفسیر مظہری جلد ۱۱ ص۱۷۹)

(ترجمہ) حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی شخص کسی گھر سے فوت ہوتا ہے اور گھر والے اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں تو جبرئیل امین نور کے تھال پر اسے رکھتے ہیں پھر اس کی قبر کے دہانے پہ کھڑے ہو کر کہتے ہیں، اے گہری قبر کے رہنے والے یہ ہدیہ ہے جو تیرے گھر والوں نے تیری طرف بھیجا ہے تو اسے قبول کر، اس کی خوشی اور مسرت کی کوئی حد نہیں رہتی اور اس کے پڑوسی جن کی طرف کوئی ہدیہ نہیں بھیجا جاتا وہ بڑے غمناک ہوتے ہیں۔

۸ ۔ عن انس قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ابی مات ولم یحج حجۃ الاسلام فقال ارأیت لو کان علی ابیک دین کنت تقضیہ عنہ قال نعم قال فانہ دین علیہ فاقضہ۔

(رواہ بزار والطبرانی بسند حسن ۔ تفسیر مظہری جلد ۱۱ ص۱۸۰)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس نے حج نہیں کیا، حضور نے فرمایا یہ بتاؤ اگر تیرے باپ پر قرضہ ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتا؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہاں ادا کرتا۔ حضور نے فرمایا یہ بھی اس پہ قرض ہے اس کو ادا کر دو۔

۹ ۔ عن علی رضی اللہ عنہ من مر علی المقابر وقرأ قل ھو اللہ احد احد عشر مرۃ ووھب اجرہ للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات۔

(رواہ ابو محمد سمرقندی ۔ تفسیر مظہری جلد ۱۱ ص۱۸۱) رواہ الدارقطنی عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوعًا (روح البیان جلد ۹ ص۲۵)

(ترجمہ) ابو محمد سمرقندی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ جو شخص قبرستان میں سے گزرے اور گیارہ مرتبہ قل شریف پڑھ کر اہل قبرستان کو بخشے تو جتنے لوگ وہاں دفن ہوں گے ان کی تعداد کے برابر اسے ثواب ملے گا۔

نیز اس حدیث کو دارقطنی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا ہے۔

۱۰ ۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دخل المقابر ثم قرأ فاتحۃ الکتاب وقل ھو اللہ احد والھاکم التکاثر ثم قال انی جعلت ثواب ما قرأت من کلامک لاھل المقابر

من المومنین والمومنات کانوا شفعاء له الی الله

(رواہ ابوقاسم سعد بن علی تفسیر مظہری جلد ۱۱ ص۱۸۱)
(ضیاء القرآن جلد ۵ ص۳۸)

(ترجمہ) ابوالقاسم سعد بن علی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو پھر سورہ فاتحہ، قل شریف اور الہاکم التکاثر پڑھے پھر یہ کہے کہ الٰہی میں نے تیرے کلام سے جو پڑھا ہے اس کا ثواب اس مقبرہ والے مومن مردوں، عورتوں کو بخشتا ہوں تو یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی شفاعت کریں گے۔

۱۱۔ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من دخل المقابر فقرا سورۃ یٰسین خفف اللہ عنہم، اخرجہ عبدالعزیز صاحب الخلال بسندہ

(تفسیر مظہری جلد ۱۱ ص۱۸۱ ۔ ضیاء القرآن جلد ۵ ص۳۸)

(ترجمہ) حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہوتا ہے اور سورۃ یٰسین پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اہلِ قبور پر تخفیف کر دیتا ہے۔"

کثیر التعداد احادیث میں سے یہ چند مرفوع احادیث ہیں جو اوپر نقل کی گئی ہیں، صحابہ کرام کا بھی اسی پہ تعامل تھا۔

حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت علی کرم اللہ وجہ

کی شہادت کے بعد آپ کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیئے غلام آزاد کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن وفات پا گئے تو حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے ان کے لیئے غلام آزاد کیا اور فرمایا کہ مجھے اُمید ہے کہ وفات کے بعد یہ چیز انہیں نفع پہنچائیگی

(تفسیر مظہری ۔ ضیاء القرآن)

مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنے وفات پانے والوں کی ارواح کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں:۔

قال الحافظ شمس الدین بن عبدالواحد ما زال فی کل مصر یجتمعون ویقرؤن لموتٰھم من غیر نکیر فکان ذلک اجماعا

(تفسیر مظہری جلد ۱۱ ص۱۸۲، ضیاء القرآن جلد ۵ ص۳۸)

(ترجمہ) حافظ شمس الدین ابن عبدالواحد کہتے ہیں ہر شہر میں مسلمانوں کا طریقہ رہا ہے کہ وہ اکٹھے ہوتے ہیں اور اپنے فوت شدگان کے لیئے قرآن کریم کی قرأت کرتے ہیں اور کبھی کسی عالم نے اس پر اعتراض نہیں کیا گویا اس پر اُمّت کا اجماع ہے۔

نیز فرمایا:۔ اخرج الخلال عن الشعبی کانت الانصار اذا مات لهم المیت اختلفوا الی قبرہ یقرؤن القرآن۔

(ترجمہ) امام شعبی فرماتے ہیں کہ انصار کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان کا کوئی آدمی فوت ہوتا تو وہ اس کی قبر پر جایا کرتے اور وہاں قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے۔ (تفسیر مظہری جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۲ ـ ضیاء القرآن)

نیز فرماتے ہیں:-

وفی الاحیاء عن احمد ابن حنبل قال اذا دخلتم من مقابر فاقرأوا بفاتحۃ الکتاب والمعوذتین وقل ھو اللہ احد واجعلوا ذلک لاھل المقابر فانہ یصل الیھم۔

(ترجمہ) امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورہ فاتحہ اور تینوں آخری قُل پڑھو پھر اس کا ثواب قبرستان والوں کو پہنچاؤ وہ انہیں پہنچے گا۔

جب اس کثرت سے ایصالِ ثواب کے بارے میں احادیث موجود ہیں، تو پھر اس کا انکار کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

لہٰذا ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ایصالِ ثواب سے صرف اس شخص کو نفع پہنچتا ہے جو ایمان کی حالت میں فوت ہوا ہو جس کی موت کفر پر ہوئی ہو اُسے قطعاً کوئی نفع نہیں پہنچتا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ سارے اعمالِ صالحہ جن کا ثواب ایک مومن کو پہنچایا جارہا ہے درحقیقت اس کے ایمان کا ثمرہ ہے اور ایمان کا درخت اس شخص کے اپنے اختیار وعمل کا نتیجہ ہے گویا یہ ساری چیزیں اس کی ذاتی کوشش میں شمار ہوں گی۔

یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اپنے ایمان کے درخت کی اعمالِ صالحہ سے آبیاری کرتے رہتے ہیں اور گناہوں کی ژالہ باری سے اس کو بچائے رکھتے ہیں۔ ان پر پھل بھی زیادہ لگتا ہے اور لوگ کثرت سے اُن کی ارواح کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ اولیاء کرام کے مزارات پہ فاتحہ پڑھنے والوں کا ہجوم اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ان مقبول ترین بندوں نے ایمان کا درخت لگایا اور عمر بھر اپنے گریۂ سحری سے اُسے سینچتے رہے اس کی بہار اور اُس کا جوبن قابلِ دید ہے۔

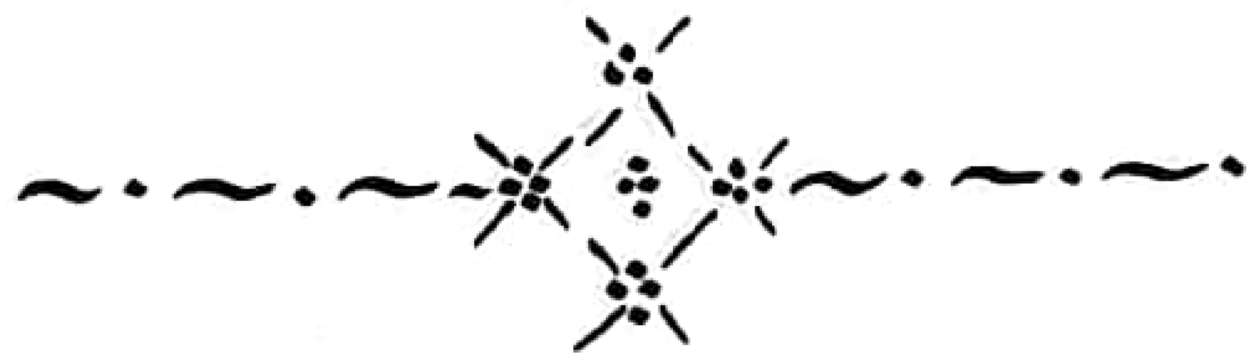
ارشادِ ربانی ہے:-

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا

(پ ۱۳ سورہ ابراہیم آیت ۲۴، ۲۵)

(ترجمہ) کلمہ طیبہ کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑیں پاتال تک چلی گئی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں یہ درخت ہر لحظہ پھل دے رہا ہے۔

(ضیاء القرآن صفحہ ۳۸)



مانعین کے اکابرین کے نظریات

اُنھی کی تحریروں کے آئینے میں

اب فاتحہ مروّجہ کے منکرین و مانعین کے اکابرین کے نظریات اُن کی تحریروں سے ملاحظہ فرمائیے کہ وہ ایصالِ ثواب کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے تھے۔

غیر مقلدین وہابیوں کے مُقتدا علامہ حافظ ابن قیمؒ

لکھتے ہیں۔ "فقہاء، محدثین اور عُلماءِ تفسیر کا اس پر اتفاق ہے کہ مُردوں کو زندوں سے دو صورتوں میں فائدہ پہنچتا ہے۔

ایک صورت کا تو خود مُردہ حالتِ حیات میں سبب تھا (جو صدقہ جاریہ کر گیا)

دوسری صورت دُعا، استغفار، صدقہ، حج وغیرہ ہے۔

امام احمد سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص نیک عمل مثلاً نماز پڑھے یا صدقہ کرے یا کوئی اور نیک عمل کرے اور اس کا آدھا ثواب اپنے والد کو یا والدہ کو بخش دے تو۔

فرمایا مُردے کو ہر عمل کا ثواب ملتا ہے نیز فرمایا کہ تین بار آیۃ الکرسی اور سُورہ اخلاص پڑھ کر دُعا مانگو کہ اے اللہ ان کا ثواب مُردوں کو پہنچا دے۔

"بعض متکلم بدعتی کہتے ہیں کہ مُردے کو نہ دُعا کا ثواب پہنچتا ہے نہ کسی اور عمل کا، مگر صحیح حدیثوں کی رُو سے یہ قطعی غلط ہے۔"
(کتاب الرّوح ص ۱۹۸ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

بدعتی

ایصالِ ثواب کے منکروں کو علامہ ابن قیمؒ نے بدعتی کہا ہے۔

دُعا سے مُردے کو فائدہ پہنچتا ہے۔

"چونکہ جنازے کی نماز میں مُردے کو فائدہ پہنچتا ہے اس لیئے معلوم ہوا کہ دُعا کا فائدہ یقینی ہے۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مُردے کے لیئے دُعا کرو تو خلوص سے کرو۔ (سُنن)

(کتاب الرّوح ص ۱۹۹)

فوت شدگان کیلئے دُعا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے

"رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مُردوں کے لیئے خود بھی دُعائیں مانگی ہیں اور لوگوں کو بھی سکھائی ہیں نیز صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ہر زمانے کے مُسلمان مُردوں کے لیئے دُعائیں مانگتے چلے آئے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ جنّت میں ایک بندے کا درجہ بلند فرما دیتا ہے وہ پوچھتا ہے کہ میرا درجہ کیوں بلند ہوا، کہا جاتا ہے تیری اولاد کی دُعاؤں کی وجہ سے۔" (کتاب الرّوح ص ۲۰۰، ص ۲۰۱)

مُردوں کو صدقہ کا ثواب بھی ملتا ہے۔

"ایک شخص نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ میری والدہ اچانک فوت ہوگئی اور وصیّت نہ کرسکیں میرے خیال میں اگر بات کرنے کا انہیں موقع ملتا تو صدقہ ضرور کرتیں، اگر میں اب اُن کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا اُنہیں ثواب ملے گا؟ فرمایا ہاں۔"

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی میری والدہ فوت ہو گئیں، اگر میں اُن کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا انہیں فائدہ پہنچے گا؟ فرمایا ہاں۔ بولے تو اچھا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا باغ (مخراف) اُن کی طرف سے صدقہ میں دے دیا۔ (بخاری)

حضرت سعد نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سعد کی والدہ فوت ہوگئیں۔ اب اُن کی طرف سے کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا۔ پانی، آخر آپ نے کنواں تیار کرا دیا اور اس کا ثواب اپنی والدہ کو بخش دیا۔"

(سُننِ احمد —— کتاب الروح صـ٢٠)

مُردوں کو روزوں کا ثواب بھی ملتا ہے۔

"رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی پر روزے ہوں اور وہ فوت ہو جائے تو اُس کی طرف سے اُس کا ولی روزے رکھ لے (بخاری)

ایک شخص نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہو

گئیں۔ اُن پر ایک ماہ کے روزے ہیں، کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھ لوں۔ فرمایا ہاں اللہ کا قرض تو بدرجہ اولیٰ ادا کیا جائے۔"

مُردوں کو روزوں کے بدلے کھانے کا ثواب بھی پہنچ جاتا ہے۔

"رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مر جائے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک محتاج کو کھانا کھلا دیا جائے۔" (ترمذی، ابن ماجہ)

مُردوں کو حج کا ثواب بھی ملتا ہے۔

ایک جہنی عورت نے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ میری والدہ نے حج کرنے کی منّت مانی تھی لیکن حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کروں، فرمایا کرلو۔ بتاؤ اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کر دیتی۔؟ فرمایا اللہ کا قرض بھی ادا کرو کیونکہ اللہ کا قرض بدرجہ اولیٰ ادا کرنا چاہیئے۔"

اگر زندہ مُردہ کو مُعاف کردے تو مُعافی ہوجاتی ہے۔

"اس بات پر اجماع ہے کہ جب کسی زندہ شخص کا مُردے پر کوئی حق ہو اور وہ معاف کردے تو وہ حق مُردے سے ساقط ہوجاتا ہے

اور اس کی معافی سے فائدہ پہنچتا ہے۔"

پھر جب مردوں کو زندوں کی معافی کا فائدہ پہنچتا ہے تو ان کے تحفوں اور ہدیوں کا بھی فائدہ پہنچنا چاہیے کیوں کہ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ عمل کا ثواب ہدیہ دینے والے کا حق ہے جب وہ اپنا حق معاف کرسکتا ہے تو اپنی طرف سے بھی پیش کر سکتا ہے۔ (کتاب الروح ص۲۰۳)

قرآن خوانی کا ثواب

"رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ مُردے کو روزے کا بھی ثواب ملتا ہے۔ حالانکہ روزہ محض ترک ہے عمل نہیں نیت ہے جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے اس کی اطلاع اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ قرأت کا بھی بطریق اولیٰ ثواب ملتا ہے جو زبان کا عمل ہے اور جسے کان سُنتے اور آنکھیں دیکھتی ہیں۔

گویا روزے کے ثواب سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ تمام بدنی عبادتوں کا ثواب پہنچتا ہے اسی طرح صدقے کا ثواب بتا کر اشارہ کیا کہ تمام مالی عبادتوں کا ثواب پہنچتا ہے اور حج کا ثواب بتا کر اشارہ کیا کہ تمام بدنی و مالی ملی جُلی نیکیوں کا بھی ثواب پہنچتا ہے، تینوں قسموں (بدنی مالی اور مالی و بدنی) کا ثواب نص اور قیاس سے ثابت ہوگا۔
(کتاب الروح ص۲۰۴)

حافظ ابن قیمؒ ایصالِ ثواب کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ تو ظاہر ہے کہ دینی معاملات میں بہ نسبت دنیوی معاملات کے اجتماعی طاقت کی زیادہ ضرورت ہے لہٰذا اسلام کی لڑی میں منسلک ہونا باہمی استفادہ کا دنیوی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد سب سے بڑا سبب ہے اور مُردوں کو ثواب پہنچنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

حق تعالیٰ نے عرش اٹھانے والے فرشتوں اور آس پاس والے فرشتوں کی طرف سے خبر دی ہے (وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ) مومنوں کے لیے اس کے مقدس رسول جیسے حضرت نوح، حضرت ابراہیم اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعا و استغفار کرتے ہیں۔ لہٰذا انسان اپنے ایمان کی وجہ سے ان کی نیک دعاؤں سے فائدہ اٹھانے کا سبب بن گیا اور یہ سب اس کے مساعی میں سے ہے مسلمانوں کی دعاؤں اور عملوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے حق تعالیٰ نے ایمان کو اربابِ ایمان کے لیے سبب بنادیا ہے۔ پھر جب کوئی ایمان سے آیا تو اس نے وہ سبب کما لیا جس کی وجہ سے وہ اپنے بھائیوں کے عملوں اور دعاؤں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ (کتاب الروح ص۲۱۲)

فاتحہ مروجہ کے منکرین کے امام نے بھی واضح کردیا کہ ایصالِ ثواب سے مستفید ہونے کا دارومدار انسان کا اپنا ایمان ہے لہٰذا مسلمان کو اس کی وفات کے بعد ایصالِ ثواب کا فائدہ ہوتا ہے اگر مرنے کے بعد

الیصالِ ثواب سے فائدہ نہیں ہو سکتا تو وہ فقط کافر ہے جیسا کہ عاص
بن وائل نے جاہلیت میں سو اُونٹوں کی قربانی کی منّت مانی تھی۔ تو
اس کے بیٹے ہشام نے اس کی طرف سے پچاس ۵۰ اُونٹوں کی قربانی
کر دی تھی، عمرو نے اس بارے میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے
پُوچھا۔ فرمایا اگر تمہارا باپ ایمان کا اقرار کر لیتا (مسلمان ہو جاتا) پھر
تم اس کی طرف سے روزے رکھتے اور صدقہ دیتے تو اُسے ان کا ثواب
ملتا۔" (احمد۔ کتاب الروح صـ۲۰۔ مشکوٰۃ باب الوصایا صـ۲۶۲)

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضاحت فرمادی کہ مرنے کے
بعد کافر کو نہیں مومن کو ایصالِ ثواب سے فائدہ پہنچتا ہے۔

اور علامہ ابنِ قیمؒ نے کتاب الروح میں جو وضاحت کی ہے اس کے
حوالہ سے فوت شدگان کو دُعا سے فائدہ پہنچتا ہے اور پھر صدقہ کا ثواب،
روزوں کا ثواب، کھانے کا ثواب، پانی کا ثواب، حج کا ثواب، قرآن خوانی
کا ثواب ملتا ہے۔

اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ فاتحہ مروّجہ میں کون سی چیز اس کے
سوا ہے جو علامہ ابنِ قیمؒ نے بیان کی ہے، فاتحہ مروّجہ میں کھانا ہوتا ہے،
پانی ہوتا ہے، قرآن خوانی ہوتی ہے، ذکر و اذکار ہوتا ہے، دُعا و استغفار
ہے، کھانا صدقہ و خیرات کے طور پر اور یہ صدقہ نافلہ ہے جس کا امیر و غریب
سب کے لیے کھانا جائز ہے، اب اس کو کس چیز نے ناجائز کر دیا ہے
اور اگر یہ کہہ کر اس کو بدعت و حرام کہیں کہ یہ طریقہ سرکار کے ظاہری زمانہ

میں نہ تھا لہٰذا ہیئت کذائی کی وجہ سے بدعت و حرام ہے پھر تو ایسے
منکرین بھی ہیئت کذائی کی بنا پر خود بھی مجسّم بدعت ہیں اور کاروبارِ حیات
میں شب و روز بدعت کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں جس کا ذکر آگے آئیگا۔

وہابیوں کے پیشوا شاہ اسمٰعیل دہلوی فرماتے ہیں
کہ
دُعا ایصالِ ثواب کا بہترین طریقہ ہے

فرماتے ہیں، زندہ ایسے کام کرے کہ مُردے کو نفع پہنچانا
اس سے مقصود ہو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں زیادہ ظاہر اور
مشہور طریقہ دُعا ہی ہے۔

نیز فرمایا، عام یا خاص طور پر، دُور ہو یا نزدیک سے اس کا وقوع
ہو تو بے شک یہ مستحب اور مسنون ہے۔

پس اگر اموات کے حق میں قبروں کے رُوبرو یا ان سے غیبت
کے وقت میں دُعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہیں اگر
اسی طرح کی جائیں تو وہ دُوسرے طریقوں سے بہتر ہیں۔

مثلاً ۱ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب برات میں کسی کو اطلاع
دینے اور جتلانے کے بغیر بقیع میں تشریف لے جاتے اور دُعا کرتے

اور صحابہ میں سے کسی کو امر نہ فرماتے کہ اس رات قبروں پر جاکر دُعا کرنی چاہیئے ۔

پس اگر اب کوئی شخص پیغمبرِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے واسطے شب برات کو صلحاء کا مجمع کر کے کسی مقبرہ میں بہت ساری دُعائیں کرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے باعث اسے ملامت نہیں کر سکتے ۔ (صراطِ مستقیم اردو ص۱۰۹)

فاتحہ اور ختم میں بھی ایصالِ ثواب کے لیئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا بھی کی جاتی ہے اور جو بھی اہتمام ختم شریف میں کیا جاتا ہے۔ اس سے ایصالِ ثواب کے لیئے دُعا کرنا ہی مقصود ہوتا ہے ۔

بزرگانِ دین کے مزارات پر بھی جو مجمع (عُرس) کیا جاتا ہے اس میں بھی ایصالِ ثواب کے لیئے دُعا ہی کی جاتی ہے لہٰذا اس عمل پر بھی ملامت نہیں ہونی چاہیئے ۔

عُرس، نذر و نیاز اور ہر قسم کی عبادت کا ثواب

دُعا کے سوا اور صورتیں، پس اِن میں سے ایک تو کنواں کھودنا، مروی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہُوا ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، میری والدہ فوت ہو گئی ہے اور بول نہیں سکی اگر بول سکتی تو کچھ وصیت کرتی پس اگر اب میں اس کے واسطے کچھ کر دوں تو کیا اس کو نفع پہنچے گا آپ نے

جواب دیا کہ کنواں کھود دو اور کہو کہ یہ سعد کی والدہ کے لیئے ہے ۔

دوم :۔ جمعہ کے دن والدین کی قبر پر جاکر سورۂ یٰسین کا پڑھنا وارد ہُوا ہے اور اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کی وفات کے بعد غلام آزاد کیئے اور باقی عبادتوں کو بھی اس پر قیاس کرنا چاہیئے۔

پس جو عبادت کہ مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب کسی فوت شدہ کی روح کو پہنچائے اور جنابِ الٰہی میں دُعا کرنا اس کے پہنچانے کا طریقہ ہے یہ بہت بہتر اور مستحسن طریقہ ہے ۔ پس امورِ مروجہ یعنی اموات کے فاتحوں، عرسوں اور نذر و نیاز سے اس قدر امر کی خوبی میں کچھ شک و شبہ نہیں۔

(صراطِ مستقیم اردو ص۱۱۱)

فاتحہ اور ختم شریف کے منکرین کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے فاتحہ، عُرس، نذر و نیاز جن کا مقصد صرف بزرگانِ دین اولیاء کاملین اور فوت شدگان کی ارواح کو ایصالِ ثواب ہوتا ہے کی خُوبی میں شک و شبہ نہیں" کہہ کر اہلِ سنت و جماعت کے معمولات کو درست تسلیم کر لیا ہے جس کی بنا پر منکرین کو اب زیادہ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے اور اس طریقہ ختم فاتحہ کو قبول کر لینا چاہیئے ۔ کیونکہ ان میں بہترین اور مستحسن طریقہ دُعا کر کے ہی ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اور اس طریقہ کو شاہ اسمٰعیل دہلوی نے بہتر اور مستحسن فرمایا ہے ۔

منکرینِ فاتحہ کے پیشوا مولوی سیّد محمّد نذیر حسین، ایصالِ ثواب کے متعلّق کیا کہتے ہیں !؟

فرماتے ہیں ۔ ہاں سوائے تقریبِ ایصالِ ثواب موتٰی کے اگر کوئی ایسا کھانا پکادے جس میں کسی قدر صدقہ کی نیّت سے ہے اور کسی قدر ہدیہ شرعیہ کی نیّت سے بدوں فسادِ نیّت و بلا دخل بدعت تو اس کے جواز میں کچھ نہیں ۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۱۵)

ایک سوال کے جواب میں کہ میّت کی طرف سے خیرات یا قرآن خوانی کرے تو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں ؟

جواب میں فرماتے ہیں، میّت کی طرف سے خیرات کی جائے تو اس کا ثواب بلاشبہ پہنچتا ہے پھر صحیح بخاری اور مسلم شریف کی روایت نقل کی کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے حضور سے عرض کی کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا ہے اگر بولنے کی مہلت ملتی تو صدقہ کا حکم دیتی اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کر دوں تو ٹھیک ہے یا نہیں تو فرمایا ہاں ۔

پھر فرماتے ہیں ۔ امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) اور ایک جماعت علماء کے نزدیک قرأتِ قرآن کا ثواب میّت کو پہنچتا ہے ۔

نیز پھر فرمایا ہاں اگر اولاد یا اور کوئی شخص بلا اُجرت پڑھ کر

ثواب بخشنے تو نزدیک امامِ اعظم وغیرہ کے روا ہے اور دُعا کا نفع میّت کو بالاتفاق پہنچتا ہے ۔ (فتاویٰ نذیریہ جلد ۱ ص ۴۱۶)

اور اسی فتاویٰ نذیریہ کے صفحہ ۴۱۹، ۴۲۰ جلد نمبر ۱ پر لکھتے ہیں،

امام احمد اور علماء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ قرآن پڑھنے کا ثواب میّت کو پہنچتا ہے اور علماءِ اہلِ سُنّت سے ایک جماعت کا اور حنفیہ کا یہ مذہب ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کو بخشے خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قرأتِ قرآن یا کوئی ذکر یا کسی قسم کی کوئی اور عبادت[1] اور یہی قول دلیل کی رُو سے زیادہ راجح ہے۔

اور دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد کیونکر نیکی واحسان کرے، آپ نے فرمایا اپنی نماز کے ساتھ ان دونوں کے لیے نماز پڑھے اور اپنے روزے کے ساتھ ان دونوں کے لئے روزہ رکھے اور ابوداؤد میں معقل ابن لیسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مُردوں پہ سورۂ یٰسٓ پڑھو اور یہ حکم میّت کو بھی شامل ہے بلکہ حقیقتہً میّت ہی کے لیئے ہے ۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بھیڑ اپنی طرف سے قربانی کرتے تھے اور ایک اپنی اُمّت کی طرف سے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے

۱ ختم مروّجہ میں بھی اپنے عمل اور صدقہ وخیرات، ذکر اذکار کا ثواب میّت کو بخشا جاتا ہے ۔

کہ آدمی کو غیر کا عمل نفع دیتا ہے اور ہم نے حواشی صنوبر النہار میں اس مسئلہ پر مبسوط کلام کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہی مذہب قوی ہے نیز نیل الاوطار جلد ۳ صـ ۳۳۵ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سورۂ یٰس (شریف) کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے اور اولاد کی طرف سے بھی اور غیر اولاد کی طرف سے بھی اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے مُردوں پر سورہ یٰس پڑھو اور دُعا کا نفع بھی میت کو پہنچتا ہے اولاد دُعا کرے یا کوئی اور، اور جو کارِ خیر اولاد اپنے والدین کے لیئے کرے سب کا ثواب والدین کو پہنچتا ہے۔ اور فرماتے ہیں جب علامہ شوکانی اور محمد بن اسمٰعیل امیر کی تحقیق مالی ایصال ثواب، قراءتِ قرآن و عبادات بدنیہ کے متعلق سُن چکے تو اب آخر میں علامہ ابن النحوی کی تحقیق بھی سُن لینا خالی از فائدہ نہیں آپ شرح المنہاج میں فرماتے ہیں۔

والظاھر ان الدعاء متفق علیہ انہ ینفع المیت والحی القریب والبعید وغیرھا وعلیٰ ذالک احادیث کثیرۃ بل کان افضل ان یدعو لاخیہ بظھر الغیب انتھیٰ ذکرہ فی نیل الاوطار۔ (فتاوی نذیریہ جلد ۱ صـ ۴۲۳)

(فتاوی ثنائیہ جلد ۲ صـ ۳۵ تا صـ ۳۹)

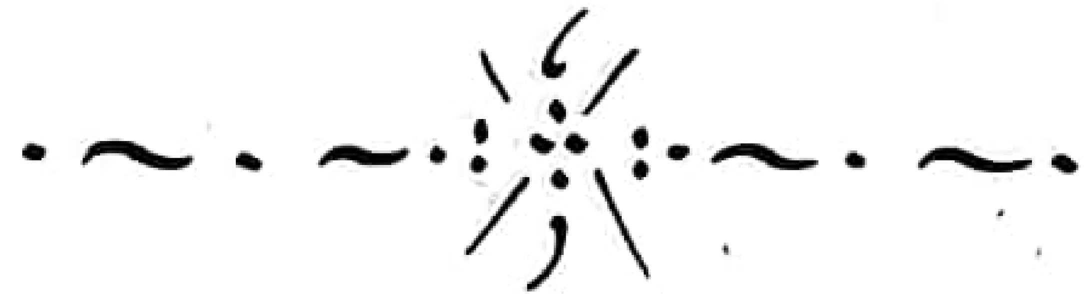
(ترجمہ) اور یہ بات ظاہر ہے کہ دُعا کا نفع میت کو بالاتفاق

پہنچتا ہے اور زندہ کو بھی پہنچتا ہے۔ نزدیک ہو یا دُور اور اس بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ بلکہ افضل یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کے لیئے غائبانہ دُعا کرے۔

اور ایک سوال کے جواب میں کہ میت کے واسطے صدقہ بلا تعین ایام جو کھانا کھلایا جاوے (اس کا کیا حکم ہے)

جواب میں فرمایا، بے شک میت کے واسطے جو کھانا بلا تعین ایام و بلا آمیزش کسی بدعت کے بطور صدقہ کے فقراء و مساکین کو کھلایا جائے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے کیونکہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا ثواب میت کو بلاشبہ پہنچتا ہے اور میت کے واسطے فقراء و مساکین کو کھانا کھلانا بھی میت کی طرف سے صدقہ کرنا ہے لہٰذا اس کا بھی ثواب میت کو پہنچے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد العاجز عین الدین عفی عنہ
(سید محمد نذیر حسین)
(فتاوی نذیریہ جلد ۱ صـ ۴۲۳)



غیر مقلّد وہابیوں کے مفتی شیخ الحدیث ابو محمّد عبد الستّار صاحب کیا فرماتے ہیں؟

لکھتے ہیں کہ ”ہم اہل حدیث ایصالِ ثواب کے قائل و عامل ہیں مُردوں کی طرف سے اپنی وسعت کے مطابق بغیر قیود و شروطِ مخترعہ کے بغیر تعیّن وقت یوم کے، بغیر کسی مخصوص شئی کے تقرّر کے نیابتاً دیتے لیتے ہیں۔ مُردوں کی طرف سے اگر زندے کچھ خرچ کریں تو برابر اس کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے۔

(فتاویٰ ستاریہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۴ مکتبہ سعودیہ کراچی)

نیز ایصالِ ثواب کے بارہ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں!

”ایصالِ ثواب صدقہ مالی سے کرو یا دُعا کرو یا قرآن گھر میں پڑھ کر ایصالِ ثواب کرو تو جائز ہے۔ اصل اموات کے حق میں صدقہ مالی اور دُعا کرنا کتبِ حدیث صحاح ستہ سے ثابت ہے اس پر عمل چاہیئے،

کتبہ، عبد القادر الحصاری

الجواب صحیح ابو محمد عبد الستّار دہلوی

(فتاویٰ ستاریہ جلد ۴ صفحہ ۱۵۰)

سردارِ اہلحدیث مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری، ایصالِ ثواب کے متعلق کیا کہتے ہیں!

سوال:۔ میّت کو ثواب رسانی کی غرض سے بہ ہیئت اجتماعی قرآن خوانی کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ یہ نیّت نیک جائز ہے اگرچہ ہیئت کذائی سے ثابت نہیں، میّت کے حق میں سب سے مُفید تر اور قطعی ثبوت کا طریق استغفار (بخشش مانگنا) ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد ۲ صفحہ ۵۱ (مطابق) ۱۸/ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ)

سوال:۔ گھر یا قبرستان میں قرآن خوانی سے میّت کو ایصالِ ثواب ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (عبد الواحد لاہور)

جواب:۔ صورت وقوعہ میں بعض علماء کے نزدیک جائز ہے۔

(۲۱/ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۲ صفحہ ۳۳)

سوال:۔ میّت کی طرف سے روزہ دار کو افطار کرانے سے ایصالِ ثواب ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ ہر نیک کام کا ثواب میّت کو پہنچ سکتا ہے کنواں لگوا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ھٰذا لِاُمِّ سَعْدٍ (یہ کنواں سعد کی ماں کو ثواب پہنچانے کیلئے بنایا گیا) ۱۴/ جمادی الآخرہ ۱۳۶۵ھ فتاویٰ ثنائیہ جلد ۲ صفحہ ۳۳)

سوال :- زید کہتا ہے مُردہ کی دعوت کھانا حرام ہے !

جواب :- کوئی شخص ایصالِ ثواب کے لیئے غرباء ومساکین کو کھانا کھلائے تو جائز ہے بحکم حدیث مذکور حوالہ ۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد ۲ صـ ۳۳)

نیز مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اپنے فتاوی ثنائیہ جلد ثانی کے صفحہ ۳۵ پہ لکھتے ہیں کہ :-

"متاخرین علماء اہلِ حدیث سے علامہ محمد بن اسمٰعیل امیر رحمۃ اللہ علیہ نے "سُبل السلام" میں مسلک حنفیہ کو دلیلاً بتایا ہے یعنی یہ کہا ہے کہ قرأت قرآن اور تمام عبادات بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچنا از رُوئے دلیل کے زیادہ قوی ہے اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نیل الاوطار میں اس کو حق کہا ہے۔"

فتاویٰ ثنائیہ جلد ۲ کے صفحہ ۳۹ کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔

"قرأت قرآن سے ایصال ثواب کے متعلق بالتحقیق یہی فتویٰ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر کے ثواب میت کو بخشے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے بشرطیکہ پڑھنے والا خود بغرض ثواب بغیر کسی رسم ورواج کی پابندی کے پڑھے۔"

از مولانا ثناء اللہ

(۹ جولائی ۱۹۳۷ء)

فوت شدہ کیلیئے تین دن تک دُعائے فاتحہ

سوال :- گھر میں کوئی مر جائے اس گھر کے لوگ تین روز تک آتے رہتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں ۔۔ الخ یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- تعزیت میں سُنّت تو یہ ہے کہ مُردے کے پسماندگان کو تسلی دی جائے اِس ضمن میں مُردے کے لیئے بھی دُعا کر دی جائے تو گناہ نہیں (نیز فرمایا) میرے نزدیک حرام اور گناہ بھی نہیں ہے۔

(۲۲ جمادی الاوّل ۱۳۴۶ھ)

(فتاویٰ ثنائیہ جلد ۲ صـ ۵۳)

نیز اس سوال کے جواب میں کہ قرآن خوانی مُردہ کی طرف سے بخشوانا جائز ہے یا نہیں؟ فرماتے ہیں کہ خاکسار کے نزدیک بھی جائز ہے۔

(۱۷ ربیع الاوّل ۱۳۴۶ھ) (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۲ صـ ۵۳)

دفن کے بعد قبر پہ قرآن خوانی جائز ہے !

ملاحظہ فرمایا جائے اہلِ حدیث کے نامور مفتی شیخ الکل فی الکل حضرت علامہ ابوالبرکات احمد صاحب کا فتویٰ !

اس سوال کے جواب میں کہ :-

قبرستان میں کھول کر قرآن پڑھنا یا زبانی پڑھنا کیسا ہے وضاحت

فرمائیں ۔ سائل عبدالغفور خاں

جواب :۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے میت کو دفن کے بعد اس کے سرہانے پر سورۃ البقرۃ کی اول آیت ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک اور آخری آیت فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ تک پاؤں کی طرف کھڑے ہو کر پڑھنے کی روایت حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے موقوفاً و مرفوعاً طبرانی مسند احمد بزار وغیرہ میں آئی ہے بزار کی روایت کو صاحب تنقیح الرواۃ نے تحسین کی ہے یعلوم ہوا کہ دفن کرنے کے بعد جائز ہو تو بعد میں بھی جائز ہونا چاہیئے ۔

الراقم ابوالبرکات احمد

تصدیق حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی

(فتاویٰ برکاتیہ ص ۱۴۷)

مذکورہ فتاویٰ کے حوالہ جات سے جو حکم ثابت ہوئے ملاحظہ فرمائیں ۔

حافظ ابن قیم نے فرمایا :۔

"صحابہ کرام، تابعین عظام اور ہر زمانے کے مسلمان مردوں کے لیئے دعائیں مانگتے چلے آئے ہیں ۔ (کتاب الروح ص ۲۸)

اور قرآن خوانی کا ثواب، کھانے کا ثواب، پانی کا ثواب، حج کا ثواب، روزے کا ثواب ملتا ہے ۔

(کتاب الروح)

شاہ اسمٰعیل دہلوی نے فرمایا :۔

"ثواب پہنچانے کا بہترین طریقہ دعا ہے ۔"

"امور مروجہ یعنی اموات کے فاتحوں اور عرسوں اور نذر و نیاز کی خوبی میں کچھ شک و شبہ نہیں۔ کسی مقبرہ (مزار) پر صلحا کا مجمع بنا کر (عرس) اجتماعی دعائیں کریں تو ملامت نہیں کریں گے ۔" (صراط مستقیم)

وہابیوں کے مفتی مولوی سید محمد نذیر حسین دہلوی نے فرمایا ۔

"کہ میت کو قرآن خوانی، عبادات مالیہ (بالاتفاق) مسکینوں کو کھانا کھلانے اور دعا کا ثواب پہنچتا ہے ۔" (فتاویٰ نذیریہ)

فاتحہ و ختم کے منکرین کے مفتی ابو محمد عبدالستار نے فرمایا ۔

"ہم اہل حدیث ایصال ثواب کے قائل و عامل ہیں، ایصال ثواب صدقہ مالی سے یا گھر پر تلاوت قرآن کرکے یا دعا کر کے کرو۔ کتب احادیث صحاح ستہ سے ثابت ہے ۔" (فتاویٰ ستاریہ)

سردار اہل حدیث مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے فرمایا ۔

"اجتماعی طور پر قرآن خوانی جائز ہے، قبرستان میں قرآن خوانی کرے یا یا ایصال ثواب کے لیئے یا غربا اور مساکین کو کھانا کھلائے تین دن تک مردے کے لیئے دعا فاتحہ کر دی جائے تو گناہ نہیں" ۔ (فتاویٰ ثنائیہ)

وہابیوں کے مفتی شیخ الکل فی الکل ابوالبرکات احمد فرماتے ہیں :

"دفن کے بعد قبر پر قرآن خوانی کرنا جائز ہے" ۔ (فتاویٰ برکاتیہ)

مذکورہ حوالہ جات سے جب ثابت ہو گیا کہ کھانے کا ثواب پانی کا ثواب، قرآن خوانی کا ثواب، پارچہ کا ثواب فوت شدہ کو ملتا ہے اور اس کا بہترین طریقہ ایصالِ ثواب کے لیئے دعا ہے تو یہی طریقہ ختم اور فاتحہ مروجہ میں ہم نے اختیار کیا ہے۔

فرق یہ ہے آپ فرداً فرداً چیزوں کے ایصالِ ثواب کے قائل ہیں ہم نے جن چیزوں کو صدقہ کرنا ہوتا ہے وہ سب چیزیں سامنے موجود رکھ کر ایصالِ ثواب کی دعا کرتے ہیں جن میں غرض صرف ایصالِ ثواب ہوتی ہے۔

اور اگر ختم و فاتحہ کی ہیئت کذائی یا ہیئت ترکیبی پر اعتراض ہو کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ہیئت پر فاتحہ اور ایصالِ ثواب ثابت نہیں ہے اور اکثر مانعین و منکرین یہی اعتراض کیا کرتے ہیں۔

تو یاد ہونا چاہیئے کہ کوئی چیز ہیئت کذائی کے بدلنے سے ناجائز نہیں ہوا کرتی۔ جیسے قرآن پاک کہ جو نسخہ حضرت صدیق اکبر اور پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے تیار کروایا تھا، ان میں زیر و زبر اور نقطے نہ تھے جبکہ بعد میں حجاج بن یوسف نے لگوائے تھے تو پھر ہیئت کذائی کے بدلنے سے یہ قرآن بھی موجودہ صورت میں ناجائز ہونا چاہیئے پھر ان قرآنی نسخوں میں ترجمہ نہ تھا اب ترجمہ والا قرآن لیئے پھرتے ہیں۔

موجودہ شکل و صورت میں تو تختہ مساجد آج جن کے مینار اور محراب

بنائے گئے، چھتوں پر لینٹر اور فانوس لگائے گئے اُس وقت سرکار کی مسجد نبوی شریف میں یہ کچھ نہ تھا بلکہ نہایت سادہ کھجور کے تنوں اور چھت کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی تھی تو کیا منکرین فاتحہ نے آج اپنی مسجد کی ہیئت کو تبدیل نہیں کیا اور اس شکل پر مسجد ناجائز تو نہیں ہوئی اور آپ یہی کہیں گے کہ ہیئت بدلی ہے اصل حقیقت مسجد کی باقی ہے۔ اور ہیئت بدلنے سے چیز ناجائز نہیں ہوتی تو ہم بھی کہتے ہیں کہ فاتحہ و ختم مروجہ میں صرف ہیئت بدلی ہے جبکہ حقیقت باقی ہے اور وہ ہے صدقہ اور ایصالِ ثواب کے لیئے دعا و استغفار جو اصل ہے وہ باقی ہے۔

اسی طرح منکرین فاتحہ نے تعلیم کے طریقوں، تبلیغ کے طریقوں تشہیر کے طریقوں کی ہیئت ترکیبی کو بدل دیا ہے اور وہ طریقے اختیار کیئے ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں نہ تھے۔ اسی طرح میدانِ جنگ میں ان طریقوں اور سامانِ جنگ کو منکرین نے بدل دیا ہے جس ساز و سامان اور طریقہ سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کمان میں جنگیں لڑی تھیں تو پھر یہی کہیں گے نہ کہ آج کے زمانہ میں بنظریہ ضرورت کے مطابق جنگ کی ہیئت کذائی کو بدلا ہے۔ کہ آج کے دور میں تیر و تفنگ اور نیزہ و بھالا کی جنگ نہیں رہی۔ نئے دور کے تقاضوں کے مطابق ہیئت ترکیبی کو تبدیل کرنا پڑا ہے جبکہ اصل اور حقیقت جنگ کی باقی ہے اور وہ ہے دشمن پر غلبہ حاصل کرنا

اور ہیئت بدلنے سے اصل حقیقت نہیں بدلتی۔

اسی طرح ختم و فاتحہ شریف میں کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر قرآن خوانی کی جاتی ہے جس میں صرف ہیئت بدلی ہے اصل صدقہ و خیرات اور دُعا، ایصال باقی ہے اور ہیئت بدلنے سے چونکہ حقیقت نہیں بدلتی لہٰذا مروّجہ ہیئت پر فاتحہ خوانی بالکل جائز ہے بلکہ اصل صدقہ و ایصالِ ثواب باقی ہے۔

وہابیہ کے پیشوا شاہ اسمٰعیل دہلوی کا طریقہ ختم و فاتحہ خوانی

صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں :۔

"اوّل طالب را باید کہ با وضو دو زانو بطور نماز بنشیند و فاتحہ طعام بنام اکابر ایں طریق یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرھما خواندہ التجا بجناب حضرت ایزد پاک بتوسط ایں بزرگان نماید و بنیازِ تمام و زاری بسیار دُعائے کشودِ کار خود کردہ ذکر دو ضربی شروع نماید۔" (صراطِ مستقیم ص۱۱۱ فخر المطابع)

(بحوالہ ضیاء القرآن جلد ۲ ص ۶۱۳)

(ترجمہ) پہلے طالب کو چاہیئے کہ وضو کرکے اور نماز کے طریقہ پر دو زانو ہو کر بیٹھے اور اس طریقہ کے اکابر یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہما کے نام کی فاتحہ

پڑھے اور پھر درگاہِ الٰہی میں ان بزرگوں کے وسیلہ سے التجا کرے اور انتہائی عجز و نیاز اور کمال تضرّع و زاری کے ساتھ اپنے حلِ مُشکل کی دُعا کرکے دوضربی ذکر شروع کرے۔"

شاہ اسمٰعیل ہی کے بیان کئے ہوئے طریقہ پر ہی ہم فاتحہ خوانی کرتے ہیں کہ کھانا موجود ہوتا ہے اور دو زانو بیٹھے بزرگوں کے لئے فاتحہ خوانی کی جاتی ہے۔ اب اس طریقہ پر منکرین کا اعتراض کرکے بدعت کہنا یا تو شاہ اسمٰعیل دہلوی غلط کہتے ہیں یا منکرین غلط کہتے ہیں، رہا یہ کہ کون غلط کہتا ہے اور اس کو بدعت سمجھتا ہے یہ دونوں فریق خود ہی فیصلہ کرلیں، البتہ شاہ اسمٰعیل دہلوی نے ہمارے طریقہ فاتحہ خوانی کی تائید کردی ہے جس کے بعد دوسرے وہابیوں کا واویلا۔ چہ معنی دارد۔

(اب) ملاحظہ ہو، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ کا طریقہ فاتحہ خوانی جو انہوں نے اپنی کتاب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" کے صفحہ ۱۱۴ پر تحریر فرمایا ہے۔ وہ کیا لکھتے ہیں کہ :۔

"امّا طریق ختم خواجگان چشت قدس اللہ اسرارہم کہ از بعض اولاد شیخ نظام الدین نارنولی رسیدہ آں است کہ چوں مہمے پیش آید مرد بانت وضو کردہ صف زدہ رُو بقبلہ بنشیند اوّل دہ مرتبہ درود بخواند بعد ازاں سی صد و شصت بار ایں دُعا لا ملجا ولا منجی من اللہ الا الیہ بخواند پس ازاں

سی صد شصت مرتبہ سورہ الم نشرح خوانند پس دہ مرتبہ
درود بخوانند ختم تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان
چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور
ہر روز بخوانند باشد انشاء اللہ تعالیٰ در ایام معدود بحصول
انجامد"۔ (انتباہ ص۱۴۱)

(ترجمہ) اور طریقہ ختم خواجگان چشت قدس اسرارہم کہ بعض اولاد شیخ نظام الدین نارنولی سے اس طرح پہنچا ہے کہ جب کوئی حاجت پیش آئے وضو کرے رو بقبلہ بیٹھے اول دس مرتبہ درود شریف پڑھے اس کے بعد تین سو ساٹھ بار یہ دعا پڑھے لا ملجا ولا منجی من اللہ الا الیہ بعد اس کے تین سو ساٹھ بار الم نشرح پڑھے پھر تین سو ساٹھ دفعہ وہی دعا مذکورہ پڑھے پھر دس دفعہ درود شریف پڑھے اور ختم تمام کرے اور تھوڑی شیرینی پر فاتحہ تمام خواجگان چشت کے نام سے پڑھے اور اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے عرض کرے اسی طرح روز کرے انشاء اللہ چند یوم میں مقصد حاصل ہوگا"۔ یاد رہے کہ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی شخصیت متفق علیہ ہے۔

تو مذکورہ ہر دو حوالے سے ختم و فاتحہ خوانی کا طریقہ جو ہمارے ہاں رائج ہے کی تائید ہوتی ہے اگر فاتحہ کا یہ طریقہ بدعت و حرام ہوتا تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کا رد فرماتے نہ یہ کہ خود ختم خواجگان کا طریقہ بتاتے۔

اب ملاحظہ فرمائیں ختم خواجگان رضی اللہ عنہم کا وہ طریقہ جو اہلحدیث

وہابیوں کے پیشوا مولوی صدیق حسن بھوپالوی نے اپنی کتاب کتاب التعویذات الداء والدواء" کے صفحہ نمبر ۱۱۰ پر اور دیگر ختم ص۱۱۱، ص۱۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

طریق ختم خواجگاں رضی اللہ عنہم

فرماتے ہیں:۔

یہ ختم جس نیت و قصد سے پڑھا جاتا ہے وہی مقصد حاصل ہوتا ہے۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ پہلے ہاتھ اٹھا کر ایک بار سورہ فاتحہ پڑھے پھر سورہ فاتحہ کو مع بسم اللہ سات بار پڑھے پھر درود سو بار پھر سورۂ الم نشرح مع بسم اللہ ہفتاد و نہ بار پھر سورۂ اخلاص با بسم اللہ ہزار و یک بار پھر سورہ فاتحہ با بسم اللہ سات بار پھر درود سو بار پھر فاتحہ پڑھ کر ثواب اس ختم کا ارواح حضرات کو جن کی طرف یہ ختم منسوب ہے پیش کرے۔ ان بزرگوں کی تعیین نام میں اختلاف ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے حصول مدعا بوسیلہ ان بزرگوں کے چاہے اور جب تک کام نہ ہو مداومت رکھے اللہ ہر مشکل آسان کرنے والا ہے۔ اس ختم کو خواہ ایک شخص تنہا پڑھے یا زیادہ لوگ پڑھیں۔

لیکن رعایت حدود وتر کی اولیٰ ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو دوست رکھتا ہے۔ خانقاہ مظہری کا دستور یہ تھا

کہ بعد فاتحہ آخر کے دُعا باآواز بلند پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے ثواب ان کلمات کا جو اس حلقہ میں پڑھے گئے ہیں ارواح طیبات حضرات علیہ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم کو پیش کیا اور اللہ تعالیٰ سے ہم امداد و اعانت بواسطہ ان حضرات کے چاہتے ہیں، مجدّد الف ثانی کے ختم میں معمول دُعا کا اِسی طور پر تھا۔

مَیں کہتا ہُوں کہ شیخ محمد بن علی نے خزینۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق و ابُویزید بسطامی و ابوالحسن خرقانی اور بعد اُن کے ہوئے شاہ نقشبند سب کا اس بات پر اِتّفاق ہے کہ قضاء حاجات وحصُول مُرادات و دفع بلاؤ قہر اَعداء و حُسّاد و رفع درجات و وصالِ قربات وظہُور تجلّیات میں استعمال اس فائدہ جلیلہ و اسرار عزیزیہ کا تریاق مجرب ہے،

طریقہ اِس ختم کا یہ ہے کہ سو بار استغفار پڑھے اور سات بار فاتحہ اور سُو بار درُود اور ننانوے ۹۹ بار اَلم نشرح اور ہزار اور ایک بار سورۂ اخلاص پھر سات بار فاتحہ پھر وقت تمام ہونے اِس ختم کے سُو بار درُود پھر حاجت کا سوال کرے اور مقصُود کا طالب ہو باذن اللہ وہ حاجت پُوری ہو گی اور چار دن سے زیادہ تجاوز نہ کرے گی اور سات دن تک اسی طریق پر ضرور مداومت کرے۔ قَالَ وَجَرَّبْتُهَا كَثِيْرًا وَلٰكِنْ اَدْخَلُوا الْمَنَّ وَمَا اِلٰى مُرَادِهٖ اَنْ لَا

يُفْشِيَ سِرَّهٗ لِاَحَدٍ مِّنَ السُّفَهَاءِ كَيْلَا يَسْتَحِلُّوْا فِيْمَا حُرِّمَ ثُمَّ كَانَ ذٰلِكَ التَّرْكِيْبُ عَادَةً لَهُمْ يُدَاوِمُوْنَهَا وَيَعْمَلُوْنَ بِهَا كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ صَبَاحًا وَمَسَاءً اَوْ دُبُرَ كُلِّ الْمَكْتُوْبَاتِ الْخَمْسِ فَعَادَاتُ سَادَاتُ الْعَادَاتِ وَمَنْ خَالَطَ السَّادَاتِ يَنَالُ السِّيَادَةَ وَهُوَ اَعْظَمُ الرُّكْنِ وَاَفْضَلُ الْوِرْدِ الْمَخْصُوْصِ فِي الطَّرِيْقَةِ النَّقْشَبَنْدِيَّةِ بَعْدَ اِسْمِ الذَّاتِ وَنَفْيِ الْاِثْبَاتِ كَذَا ذَكَرَهٗ اَبُو السُّعُوْدِ اِنْتَهٰى

محرّر سطور (نواب صدیق حسن) اگرچہ کسی شیخ کا مرید نہیں ہے لیکن آباء و اجداد و مشائخ میرے سب نقشبندیہ گزرے ہیں، اگرچہ ان کو اجازت جملہ سلاسل سلوک کی بھی حاصل تھی اس لیے میں نے اس ختم کا ذکر کرنا مناسب جانا، برکات اس ختم کے لاتقف عند حد ہیں۔ خزینۃ الاسرار میں تفصیل اس اجمال کی لکھی ہے۔ اور طریقہ مجددیہ کو بھی بابت اس ترتیب کے ذکر کیا ہے۔

والد مرحوم میرے نقشبندی تھے اور قاضی محمد بن علی شوکانی نقشبندی تھے اور اہل خاندان شاہ ولی اللہ محدث اور مرزا مظہر جانجاناں بھی اسی طریقہ علیہ پر تھے ولِلّٰہ الحمد

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فرمایا ہے:-

"در اعمال مشائخ ختم خواجگاں نیز مجرّب است و
طریقہ او معروف و مشہور و ختم یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ
بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ ۔ یک ہزار دو صد بار در اوّل
آخر درود صد بار نیز خواہ تنہا خواہ یک جماعت نیز
مجرّب است انتہٰی"۔

ایک طریقہ ختم خواجگاں کا یہ ہے کہ سوا درود کے ہر چیز کو مع تسمیہ پڑھے فاتحہ سات بار، درود ایک سو بار، اَلَمْ نَشْرَحْ اُنہتّر بار، اخلاص ایک ہزار ایک بار پھر فاتحہ سات بار، درود ایک سو بار اور کسی قدر شیرینی پر فاتحہ حضرات مشائخ پڑھ کر تقسیم کر دے۔ وَاللہُ اَعْلَم

نواب صاحب کے بقول حضرت امام جعفر صادق، ابو یزید بسطامی، ابو الحسن خرقانی وغیرہم سب اس قسم کے ختم کے قائل رہے ہیں۔

نیز یہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان اور مظہر جانجاناں سب اسی طریق (نقشبند) پر تھے اور ختم خواجگاں کے قائل تھے۔

اور یہ کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی تائید فرمائی ہے کہ ختم خواجگاں مجرّب ہے۔

اب جو بات غیر مقلدین اہلحدیث سے قابل طلب ہے وہ

یہ کہ آپ کے نواب صدیق حسن صاحب نے جو طریقہ ختم خواجگان کا بیان کیا ہے، کیا یہ زمانہ نبوی میں تھا اور کہیں بدعت و حرام تو نہیں اگر نہیں تو کیوں اور اگر جائز ہے تو پھر اہل سُنّت و جماعت کے معمولات میں جو طریقہ فاتحہ خوانی کا ہے یہ ناجائز اور حرام کیوں ہے

اور پھر نواب صاحب کا فرمانا کہ اگرچہ میں کسی کا مرید نہیں ہوں مگر میرے آباء و اجداد سب نقشبندی سلسلہ سے متعلّق تھے۔

اب منکرین فاتحہ خوانی سے سوال ہے کہ اگر بزرگان دین کے مشرب یا سلاسل اربعہ ناجائز اور بدعتی ہیں تو شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی اور ان کے خاندان اور نواب صدیق حسن صاحب بھوپالوی کے خاندان کے متعلّق کیا حکم ہے کہ کہیں وہ بدعتی تو نہیں اگر نہیں تو پھر نقشبندی قادری چشتی سہروردی ہونا سب کے لئے جائز ہے اور یہ چاروں سلسلے بھی دین میں حق ہیں۔

اب ملاحظہ فرمائیں نواب صدیق حسن صاحب کی کتاب "التعویذات" کا صفحہ ۱۱۲ ۔

ختم حضرت مجدّد شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:۔

یہ ختم واسطے حصول جمیع مقاصد و حل مشکلات کے مجرّب ہے، پہلے سو بار درود پڑھے پھر پانسو بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ

الا باللہ کم و بیش ، پھر سو بار درود اس ختم کو ہمیشہ پڑھتا رہے یہاں تک کہ مطلب حاصل اور مشکل حل نہ ہو۔ مرزا صاحب قدس سرہٗ نے قاضی ثناء اللہ مرحوم کو لکھا تھا کہ ختم خواجگان و ختم مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر دن بعد حلقہ صبح لازم کر لو۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس ختم شریف کا یہ طریقہ آپ نے حدیث سے بیان فرمایا اور پھر یہ جملہ کہ جس کو قرآن و حدیث نے لازم قرار نہیں دیا اس کو نواب صاحب فرماتے ہیں کہ لازم کر لو۔

شرعاً غیر لازم کو لازم کرنا بدعت و حرام کیوں نہیں ہوا تو پھر ایسا ختم عرفاً لازم کرنا جائز ہے تو فاتحہ خوانی اور ختم جو تیجہ ساتہ دسواں، چالیسواں میں پڑھا جاتا ہے مذکورہ قاعدہ کے مطابق یہ بھی جائز ہے۔ اور اگر اس قسم کی فاتحہ خوانی کو ان تاریخوں میں لازم کر لیا جائے تو بھی جائز ہوگا کیونکہ یہ لزوم عرفی ہے شرعی نہیں۔

اسی صفحہ ۱۱۲ پر ختم قادریہ کا طریقہ یہ کہ اس کو مشائخ نے واسطے بر آمد مہم کے مجرب سمجھا ہے۔ عروج ماہ میں پنجشنبہ سے شروع کر کے تین دن تک پڑھے۔ بسم اللہ مع فاتحہ و کلمہ تمجید و درود و سورہ اخلاص ہر ایک کو ایک سو گیارہ بار پھر شیرینی پر فاتحہ پڑھ کر اور ثواب اس کا روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مشائخ طریقت کو دے کر تقسیم کر دے۔

دیگر

ختم قادریہ — پہلے دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں سورۃ اخلاص گیارہ بار پھر بعد سلام کے یہ درود ایک سو گیارہ بار پڑھے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَّعْدَنِ الْجُوْدِ
وَالْکَرَمِ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

پھر شیرینی پر فاتحہ شیخ جیلی رضی اللہ عنہ پڑھ کر تقسیم کر دے نواب صاحب نے ان ہر دو ختم قادریہ کو شیرینی پر فاتحہ پڑھ کر تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور یہی ہمارا طریقہ ہے کہ کھانے یا شیرینی پر فاتحہ خوانی کر کے کھانا اور شیرینی تقسیم کرتے ہیں تو گویا سید نواب صدیق حسن خاں صاحب نے ہمارے مروجہ فاتحہ خوانی کو درست تسلیم کیا ہے اگرچہ یہ طریقہ زمانہ نبوی میں نہ تھا اور خلافت راشدہ میں بھی نہ تھا مگر بموجب پیشوائے اہل حدیث کے یہ طریقہ جائز ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیں کہ نواب صاحب میت کے لیے فاتحہ خوانی کا جو طریقہ بیان فرماتے ہیں۔

ختم برائے میت

فرماتے ہیں جس کے پاس ختم قرآن یا تہلیل ہو اس سے کہے

کہ دس بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ مع بسم اللہ پڑھے پھر دس بار درود شریف پھر دس بار سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پھر دس بار اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ پھر ہاتھ اُٹھا کر سورہ فاتحہ پڑھ کر آواز بلند سے کہے کہ ثواب ان کلماتِ طیبات کا جو اس حلقہ میں پڑھے گئے اور ثواب ختم قرآن و تہلیل کا فلاں کی روح کو پیش کیا لوگ حلقہ کے یوں کہیں رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔

نواب صاحب کے بیان کردہ طریقہ پر حلقہ بنا کر اجتماعی طور پر کلمہ کلام پڑھ کر قرآن خوانی کر کے فوت شدہ کے لیئے دُعا مغفرت کرنا ثابت ہو گیا ہے ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہ وہابیوں غیر مقلدوں کے پیشوا نے ہمارے مروجہ طریقہ فاتحہ خوانی کو قائم اور جائز رکھا ہے کہ ہم اسی طریقہ پر فوت شدگان کے لیئے ایصالِ ثواب کی خاطر فاتحہ خوانی کرتے ہیں اور کھانا بھی کھلاتے ہیں کہ یہ میت کے لیئے صدقہ ہوتا ہے ۔

گویا ہمارے طریقہ ختم شریف میں کلام و طعام سے ایصالِ ثواب کیا جانا نواب صدیق حسن صاحب کے کہے ہوئے طریقہ کے مطابق ہے ۔ اگر یہ طریقہ بدعت ہے یا حرام تو آپ اپنے پیشوا سے کہہ سکتے ہیں ۔

جناب حاجی امداد اللہ صاحب کا طریقہ فاتحہ خوانی

حاجی امداد اللہ صاحب کون ہیں ؟

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ دیوبندیوں کے قطبِ زمانہ رشید احمد گنگوہی اور دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے پیر و مرشد ہیں ۔

حاجی صاحب فرماتے ہیں :۔

" جب مثنوی شریف ختم ہو گئی اور بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا (روم) کی نیاز بھی کی جاویگی، گیارہ گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسرے کے واسطے نہیں ہے بلکہ ناجائز شرک ہے اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا یہ جائز ہے۔ لوگ انکار کرتے ہیں (وہابی دیوبندی) اس میں کیا خرابی ہے ۔ اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے ایسے امور سے منع کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے ۔"

(شمائم امدادیہ ص ۱۲۹)

کسی چیز کھانا یا شیرینی وغیرہ پر فاتحہ پڑھنا حاجی صاحب کے نزدیک جائز ہے

جیسا کہ خود اُن کے عمل سے ثابت ہوا اور فاتحہ خوانی کے مروّجہ طریقہ سے روکنا خیرِ کثیر سے باز رکھنے کے مترادف ہے ۔ پھر جس دوسرے معنی پر نیاز جو آپ نے بیان فرمائے ہیں بحمد اللہ تعالیٰ ہم اسی معنی پر نذر نیاز کرتے ہیں کہ ہمارے مسلک میں یہ ہی ہے کہ نذر اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے اور ثواب بندوں کو پیش کیا جاتا ہے تو اس طریقہ پر ختم شریف کو روکنا خیرِ کثیر سے منع کرنے کی جسارت ہوگی ۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہیئتِ مروّجہ ایصالِ ثواب جائز ہے ۔

"فرمایا پس یہ ہیئت مروّجہ ایصال کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور گیارھویں حضرت غوث پاک قدس سرہٗ کی، دسواں بیسواں، چہلم، ششماہی، سالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حلوائے شبرات اور دیگر طریق ایصالِ ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں اور مشربِ فقیر کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ فقیر پابند اس ہیئت کا نہیں ہے۔ مگر کرنے والوں پر انکار نہیں کرتا ۔"

(فیصلہ ہفت مسئلہ صـ۱۲)

چونکہ وہابیوں کی طرح دیوبندی حضرات بھی فاتحہ مروّجہ کا انکار کرکے بدعت و حرام کہتے ہیں ۔ تو ان کے لئے اُن کے اکابر

کے پیر و مرشد کا ارشاد اور وضاحت کافی ہونی چاہیئے کہ پیر صاحب نے تیجا، دسواں، بیسواں، چالیسواں اور گیارھویں سب کو جائز قرار دیا ہے اس کے بعد دیوبندیوں کو مزید کسی حجت کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے ۔

دیوبندی حضرات کے قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں

ایک سوال کے جواب میں کہ بخاری شریف کا ختم مصیبت کے وقت جائز ہے ۔

فرمایا "اس کا ختم درست ہے کہ ذکرِ خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کی اصل شرع سے درست ہے ۔"

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول صـ۹۲)

قرآن پاک کا ختم بھی اسی لیئے کرایا جاتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ذکرِ خیر نہیں اور ذکرِ خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے لہٰذا فوت شدہ انسان کے لیئے بخشش کی دعا کردی جائے اور اس کی اصل بھی شرع سے ثابت ہے اور اس سوال کے جواب میں کہ فاتحہ مروجہ یعنی "طعام را روبرو نہادہ دست برداشتہ چہ حکم دارد یعنی فاتحہ مروجہ کہ کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا کیا حکم رکھتا ہے ۔ فرماتے ہیں :-

"اگر کسے ایں طور مخصوص بعمل آرد آں طعام حرام نمی شود بخوردنش

مضائقہ نیست واین را ضروری دانستن مذموم است و بہتر آنست کہ ہرچہ خواہند خوانده ثواب آں بمیت رسانند وطعام را بہ نیت تصدق بفقرار خوانند و ثوابش نیز باموات رسانند
(فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل ص۹۸)

یعنی اور اگر کوئی اس مخصوص عمل کو بجالائے تو وہ کھانا حرام نہیں ہوتا اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اس طریقہ کو ضروری (واجب) جاننا بُری بات ہے' بہتر یہ ہے کہ جو کچھ پڑھا گیا ہو اس کا ثواب میت کو بخشش دیا جائے اور کھانا صدقہ کی نیت سے فقیروں کو کھلا دیا جائے اور اس کا ثواب بھی مُردوں کو پہنچا دیا جائے۔

نیز فرمایا ایصالِ ثواب ہر روز درُست اور موجبِ ثواب ہے کوئی تاریخ، وقت شرع سے موقت نہیں روز ولادت اور روز وفات بھی درُست ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ اوّل ص۸۷)

ختم مروجہ کے طریقہ کو ہم بھی واجب اور ضروری نہیں سمجھتے لہٰذا مذموم نہ ہوا نیز کلام خوانده کا اور فقرار کو کھانا کھلانے کا ثواب فوت شدگان کو پہنچایا جاتا ہے جو بقول قطبِ دوراں بھی درُست ہے۔ نماز کیلئے وقت معیّن کے متعلق فرماتے ہیں :۔

"وقت مقرر کر لینا مستحب وقت میں درُست ہے"۔

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص۳۵)

فرماتے ہیں۔ "ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پُوری یا اور کچھ کھانا لبطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا یا استاد یا حاکم یا نوکر مسلمان کو درُست ہے یا نہیں؟"

جواب :۔ درُست ہے

جب ہندوؤں کے تہوار ہولی اور دیوالی کی پُوری کچوڑی وغیرہ مسلمانوں کو کھانا جائز ہے تو مسلمان کے گھر کا وہ کھانا جو برائے ایصالِ ثواب صدقہ کے طور پر مسلمانوں کو کھلایا جاتا ہے حرام کیسے ہوا؟

جمعرات کا ختم

جمعرات کو رُوحیں آتی ہیں :۔ ہمارے معمولات میں ہے کہ جمعرات کو ختم پڑھ کر فوت شدگان کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ اس بارے میں وہابیوں کے مولوی محمد بن بارک اللہ اپنی کتاب "احوال الآخرت" منظوم پنجابی صفحہ ۱۷ میں فرماتے ہیں

رات جمعہ دی مغرب پچھے اِک روایت آئی
آون رُوح گھر اپنے خویشاں یا جتھے آشنائی
باہر گھروں کھلوتے ویکھن کم جو دُنیا کر دے
آکھن کدے تے اسیں بھی آہے وخت اینویں ہی بھر دے
اَجے بھی تُساں نہ غفلت چھوڑی ہویاں ویکھ اسانوں
کھٹیا اساں حساب بھی بھریا آیا کم تُسانوں

هُن اسیں ہوئے محتاج کما کر چھوڑ ڈِڑے وچ قبراں

کجھ دیہو اساں اللہ دے کارن لیو عزیزاں خبراں

منتاں عاجزیاں کر منگن رودن کر کر زاری

جے کوئی پڑھ کے بخشے یا کجھ دیوے چیز پیاری

کرن دعائیں راضی ہودن خوشیاں کر دے جاون

تے جے کوئی کجھ نہ بخشے دیوے سوندیاں تیک ٹکاون

نا امید عشاؤں تھیّے ہو کر آکھن یار خدایا

رحمت بھیں ایہناں خالی رکھیں جیوں ایہناں اساں بھلایا

ہر چند ضعیف روایت ہے پر رواج عمل کچیوے

صدقہ خیر تلاوت نفلوں رات جمعہ بخشیوے

مولوی محمد صاحب نے فرمایا کہ اگرچہ روایت ضعیف ہے کہ جمعرات کو روحیں گھروں کو لوٹ کر آتی ہیں اور ایصالِ ثواب کا تقاضا کرتی ہیں اس کے باوجود اس پر عمل کیا جائے اور قاعدہ بھی ہے کہ ضعیف روایت فضائل و اعمال میں مقبول ہوتی ہے۔ اسی بنا پر مسلمانوں کی اکثریت جمعرات کو ختم پڑھ کر فوت شدگان کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ خود مولوی محمد صاحب اپنی کتاب زینت الاسلام جلد ۲ ص۴۵ پر فرماتے ہیں

ع ضعیف روایت وچ فضائل عمل روا فرمایا

تیجہ یا ختم قل شریف میں کلمہ خوانی

نیز مولوی محمد بن بارک اللہ جو عقیدۃً وہابی ہیں اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں کہ اگر پچھتر ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھ کر میت کو ایصالِ ثواب کیا جائے تو اگر عذاب میں بھی مبتلا ہو تو اس کو عذاب سے نجات مل جاتی ہے۔ لکھتے ہیں ؎

ہزار پچھتر کلمہ طیب جے پڑھ بخشے کوئی

ترت خلاص عذابوں ہووے جس نوں بخشے سوئی

پچھتر ہزار کلمہ شریف پڑھنے سے عذاب سے نجات ہو گئی۔

دیوبندیوں کے پیشوا جن کو وہ قاسم العلوم والخیرات کہتے ہیں مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب "تحذیر الناس" کے صفحہ ۴۴ پر لکھتے ہیں۔

"حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ حضرت جنید نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ دی مگر بخشتے ہی کیا

دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے آپ نے پھر سبب پوچھا اس نے کہا اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا ہوں سو اس پر آپ نے فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث معلوم سے ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی۔

تیجہ کے چنوں پر یہی کلمہ شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔

اسی طرح مخالفین کے پیشوا شاہ ولی اللہ صاحب کا بھی تیجہ ہوا چنانچہ اس کا تذکرہ (شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے ملفوظات کے صفحہ ۸۰ پر اس طرح فرمایا ہے:-

"روز سوم کثرتِ ہجومِ مردم آں قدر بود کہ بیروں از حساب است ہشتاد ویک کلام اللہ بہ شمار آمدہ وزیادہ ہم شدہ باشد وکلمہ را حصر نیست"۔

یعنی تیسرے دن لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ شمار سے باہر ہے اکیاسی ختم کلام اللہ شمار میں آئے اور زیادہ بھی ہوئے ہوں گے کلمہ طیبہ کا تو اندازہ نہیں۔

(بحوالہ جاء الحق صہ ۲۶۳)

چنوں پر کلمہ شریف پڑھنا

حضرت صفیہ سے روایت تَقُوْلُ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَیْنَ یَدَیَّ اَرْبَعَۃُ اٰلَافِ نَوَاۃٍ اُسَبِّحُ بِھَا قَالَ لَقَدْ سَبَّحْتِ بِھٰذِہٖ اَلَا اُعَلِّمُکِ بِاَکْثَرَ مِمَّا سَبَّحْتِ بِہٖ فَقُلْتُ بَلٰی

عَلِّمْنِیْ فَقَالَ قُوْلِیْ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ

(عربی متن جلد ۲ صہ ۱۹۴)

(ترمذی جلد ثانی مترجم صہ ۶۴۲)

(ترجمہ) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اس وقت میرے سامنے چار ہزار گٹھلیاں پڑی ہوئی تھیں میں ان سے تسبیح شمار کر رہی تھی آپ نے فرمایا یقیناً تم نے ان سے تسبیح پڑھی ہے کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ بتا دوں جن کے ذریعے اس سے زیادہ تسبیح پڑھ سکو فرماتی ہیں میں نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں آپ نے فرمایا کہو سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے برابر اس کی تسبیح بیان کرتا ہوں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے عمل سے مخصوص تعداد میں پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

پچھتر ہزار یا سوا لاکھ مرتبہ ختم تیجہ میں کلمہ شریف پڑھنے کے لیے اتنی گٹھلیوں کا ملنا مشکل ہوتا ہے لہٰذا بارہ ساڑھے بارہ کلو چنے پڑھ لئے جاتے ہیں کہ اتنی مقدار میں تقریباً تعداد پوری ہو جاتی ہے اور پھر یہ چنے صدقہ کے طور پر تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔

چنوں کا صدقہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع فی ایام المولد طعاما صلة بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یفتح لی سنة من السنین شئی اصنع بہ طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرایتہ صلی اللہ علیہ وسلم و بین یدیہ ھذہ الحمص متبھجا بشاشا۔

(ترجمہ) میرے والدِ مکرم فرماتے ہیں کہ میں ایام مولود شریف میں کھانا پکایا کرتا تھا تاکہ میلاد شریف پر اظہارِ خوشنودی کر سکوں ایک سال میں اتنا تنگدست تھا کہ میرے پاس کچھ نہ تھا میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے لیے اور لوگوں میں تقسیم کر دیئے کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت کے سامنے بھنے ہوئے چنے رکھے ہیں اور آپ بہت ہشاش بشاش ہیں۔ (دُرالثمین ص۱۴)

پھر مولوی محمد بن بارک اللہ (وہابی) لکھتے ہیں:-

رات جمعے دی مغرب پچھے جے دو نفل گزارے
ہر رکعت وچ فاتحہ پچھے ستر قُل پیارے
جس میت نوں پڑھ کر بخشے ترت اوہ بخشیا جاوے
بھاویں دوزخ دے وچ سڑدا تاں بھی باہر آوے
پہلی رات جے مغرب پچھے دو نویں نفل گزارے
فاتحہ پچھے آیۃ الکرسی اِک واری پڑھ پیارے

سورۃ الھاکم پڑھ یاراں واری ہر رکعت دے وچ بھائی
بخش میت نوں سن تیرے اوہ میت بخشیا جائی
پچھلیاں آس رکھن سب مردے جیونکر ڈُبدا کوئی
جنہوں ویکھے آس کرے جو مینوں کڈھسی کوئی

یہ روایت کہاں سے لی ہے یا کس درجہ کی ہے یہ آپ اپنے مولوی صاحب سے ہی پوچھیں جو اپنی کتاب میں لکھ گئے ہیں۔ البتہ جو وہ لکھ گئے ہیں اِس پر آپ کو چاہیئے کہ آپ بھی عمل کریں ہمارا تو پہلے اس پر عمل ہے۔

اور یاد ہونا چاہیئے کہ مولوی حافظ محمد لکھوی جماعت اہلحدیث کے مایۂ ناز مولوی ہیں جن کو زبدۃ المحدثین، عمدۃ المفسرین جیسے القابات سے نوازا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو حافظ محمد لکھوی اور:-

گیارھویں شریف

۵ جے خاص اللہ دی نیت ایہہ کھانا دین ارواح اماماں
نہ طعام مقررہ روز مقررہ روا ہے خاص عواماں
ایہو حکم جو یارویں دیون کھانا دُودھ مٹھائی
جے قصد تقرب پیر ہوئے تاں شرک ایہائی
جے قصد رضا الٰہی دیون پیر ثواب پہنچادن
روز معین شرط نہ سمجھن عالم روا بتادن

زینت الاسلام ص۲۶ مصنفہ مولوی حافظ محمد لکھوی

وہابیوں کے پیشوا مولوی حافظ محمد لکھوی فرماتے ہیں کہ "اگر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کو ملحوظ رکھ کر اور اس قید کے سوا کہ گیارھویں گیارہ تاریخ کو ہی ہوتی ہے تو جب چاہے دے تو علماء گیارھویں شریف کو جائز کہتے ہیں"۔

بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہلِ سنت وجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ گیارھویں شریف شرعاً فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ ایصالِ ثواب کے لیے مستحب عمل ہے جب بھی چاہے اور جو بھی میسر ہو ایصالِ ثواب کی نیت سے ختم پڑھ کر غوث پاک کی روح کو ثواب پیش کر دیا جاتا ہے اور اس عمل میں غوثِ اعظم کا تقرب مقصود نہیں ہوتا کہ عبادت تو صرف اللہ تعالیٰ کا حق اور اُس کے لیے زیبا ہے اور اس طریقہ پر گیارھویں شریف کو حافظ محمد لکھوی صاحب درست تسلیم کرتے اور جائز قرار دیتے ہیں بلکہ یہاں تک لکھ دیا کہ علماء اس کو جائز کہتے ہیں۔

"گیارھویں بغرضِ ایصالِ ثواب کی جائے تو ہمیں اختلاف نہیں"

(سردارِ اہلحدیث مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری)

گیارھویں بارھویں کا کھانا بغرضِ ایصالِ ثواب کیا جائے یعنی یہ نیت ہو کہ ان بزرگوں کی روح کو ثواب پہنچے نہ کہ یہ بزرگ خود اس کھانے کو قبول کریں اس صورت میں واقعی اختلاف اُٹھ جاتا ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد ۲ صـ ۱۷)

گیارھویں شریف سے ہماری مراد فقط غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح کو ایصالِ ثواب ہی ہوتی ہے نہ یہ کہ غوثِ اعظم اس کھانے کو خود قبول کرتے ہیں۔

سردارِ اہلِ حدیث نے گیارھویں شریف کی جس صورت کو جائز کہا ہے وہی ہمارا عقیدہ ہے۔

"بریلوی مسلمان ہیں"

یہ کس نے کہا ہے کہ بریلوی مسلمان ہیں۔

تو یہ ہیں شیخ الکل فی الکل حضرت علامہ ابوالبرکات احمد صاحب مفتی اہلحدیث گوجرانوالہ۔ (فتاویٰ برکاتیہ صـ ۱۷)

مفتی اہلحدیث نے بہت بڑے اختلاف کو حل کر دیا کہ وہابیوں بریلویوں کو مسلمان سمجھو۔ گویا اس بات کو تسلیم کیا کہ بریلوی اگرچہ حضور کو نور مانے، حضور کا علم غیب، حضور کو مختارِ کل جانے، یارسول اللہ کہے یا گیارھویں شریف قل، تیجہ، ساتہ، دسواں، چہلم عرس، میلاد وغیرہ معمولات کو بجا لاتے ہیں بہر صورت بریلوی مسلمان ہیں

مانعین و معترضینِ فاتحہ کا ایک اہم اعتراض

یہ کہ نذر و نیاز چونکہ غیر اللہ کے نام منسوب ہوتی ہے۔ اس لیے حرام ہے جیسے گیارھویں کہ یہ غوثِ اعظم کے نام سے منسوب

کی جاتی ہے اور یہ سب وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ کی زد میں آنے کی بنا پر حرام ہیں۔

اس آیۃ مبارکہ کو پیش کر کے عوام کو بہت بڑا دھوکا دیا جاتا ہے سب سے پہلے تو ہمارا عقیدہ جاننا چاہیئے کہ اس بارہ میں ہمارا موقف کیا ہے۔

ہم جس چیز کو بھی بزرگانِ دین کی طرف منسوب کرتے ہیں اس سے بزرگوں کا تقرب مقصود نہیں ہوتا بلکہ یہ نسبت عرفی و مجازی طور پہ بزرگوں کی طرف کی جاتی ہے ہمارا مقصود صرف بزرگوں کی ارواح کو ایصالِ ثواب ہوتا ہے اصل میں وہ چیز ہم اللہ تعالیٰ کے نام پہ خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے تقرب اور ثواب حاصل کرتے ہیں تو صدقہ و خیرات پر جو ثواب ہمیں اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے وہ ہم بزرگوں کی ارواح کو پیش کرتے ہیں۔ اور جس بزرگ کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا ہوتا ہے۔ مجازی طور پر اس چیز کی نسبت اس بزرگ کی طرف کر دی جاتی ہے کہ یہ چیز ان بزرگوں کی روح کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیئے وقف کی گئی ہے اس ارادہ اور نیت پر عمل کرنے کو اگر کوئی حرام کہتا ہے تو بجائے خود ایسا کہنا ہی حرام ہے۔

اور اس معنی پہ ایصالِ ثواب خود اہلِ حدیث غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے پیشوا مولوی ثناء اللہ امرتسری حافظ محمد لکھوی اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی درست تسلیم کر چکے ہیں۔

رہی بات مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ کی تو اس کے متعلق جو ائمہ

مفسرین کی تحقیق اور وضاحت ہے وہ بھی ملاحظہ کریں:۔

صدر الافاضل استاذ العلماء حضرت مولانا الحاج الحافظ الحکیم محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہٗ مراد آبادی فرماتے ہیں:۔

" وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ کی حرمت قرآن کریم میں چند جگہ وارد ہوئی ہے۔

آیت ۱ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ۚ

(پ ۲ رکوع ۵ آیت ۱۷۳ سورہ بقر)

(ترجمہ)۔ اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔

آیت ۲ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ

(سورہ مائدہ آیت ۳ پ ۶ ع ۵)

(ترجمہ) تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔

آیت ۳ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ

(سورہ انعام آیت ۱۴۶ پ ۸ رکوع ۵)

(ترجمہ)۔ یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔

آیت - وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِه ۔

(سورہ نحل آیت ۱۱۵ پ۱۴ رکوع ۲۱)

(ترجمہ) اور وہ جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا۔

ان آیات میں ما اُهِلَّ بِه لِغَيْرِ اللّٰهِ کو حرام فرمایا گیا۔ تحقیق طلب بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں مَا اُهِلَّ بِه لِغَيْرِ اللّٰهِ سے مراد کیا ہے اس کے لیئے ذیل کے حوالے ملاحظہ کیجیئے۔

مفردات راغب صفہانی ص۵۶۶ مطبع میمنیہ مصر

قولہ - وَمَا اُهِلَّ بِه لِغَيْرِ اللّٰهِ اَیْ مَا ذُكِرَ عَلَيْهِ غَيْرُ اسْمِ اللّٰهِ وَهُوَ مَا كَانَ يُذْبَحُ لِاَجْلِ الْاَصْنَامِ ط

(ترجمہ) وما اُهِلَّ بِه لغیر اللّٰہ یعنی وہ جس پر غیر نام خدا ذکر کیا گیا یہ وہ جانور ہے جو بتوں کے لیئے ذبح کیا جاتا تھا۔

ملاحظہ ہو تفسیر جلالین پ۵ رکوع ۵۔

وَمَا اُهِلَّ بِه لِغَيْرِ اللّٰهِ اَیْ ذُبِحَ عَلٰى اِسْمِ غَيْرِهٖ وَالْاِهْلَالُ رَفْعُ الصَّوْتِ وَكَانُوْا يَرْفَعُوْنَ عِنْدَ الذَّبْحِ لِاٰلِهَتِهِمْ ۔

(ترجمہ) وَمَا اُهِلَّ بِه لغیر اللّٰہ یعنی جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا۔ اور اہلال کے معنی آواز بلند کرنا ہیں اور مشرکین اپنے معبودوں کے لیئے ذبح کرنے کے وقت آواز بلند کرتے تھے۔

(اب ملاحظہ ہو) تفسیر مدارک تحت آیت مذکورہ بالا۔

وَمَا اُهِلَّ بِه لِغَيْرِ اللّٰهِ اَیْ ذُبِحَ لِلْاَصْنَامِ فَذُكِرَ عَلَيْهِ غَيْرُ اسْمِ اللّٰهِ وَاَصْلُ الْاِهْلَالِ رَفْعُ الصَّوْتِ اَیْ رُفِعَ بِهِ الصَّوْتُ لِلصَّنَمِ وَذٰلِكَ قَوْلُ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰى ،

(ترجمہ) وَمَا اُهِلَّ بِه لغیر اللّٰہ یعنی جو بتوں کے لیئے ذبح کیا گیا کہ اس پر غیر نام خدا ذکر کیا گیا اور اصل میں اہلال آواز بلند کرنا ہے یعنی اس کے ساتھ بت کے لیئے آواز بلند کی گئی اور یہ اہل جاہلیت کا بنام لات و عزّٰی کہنا تھا۔ لات و عزّٰی مشرکین کے بتوں کے نام ہیں ان کے لیئے جو جانور قربانی کرتے تھے اس کو بنام لات و عزّٰی کہہ کر ذبح کرتے تھے۔

تفسیر لباب التاویل جلد ا صفحہ ۱۱۵ پر فرمایا۔

وَمَا اُهِلَّ بِه لِغَيْرِ اللّٰهِ يَعْنِیْ وَمَا ذُبِحَ لِلْاَصْنَامِ وَالطَّوَاغِيْتِ وَاَصْلُ الْاِهْلَالِ رَفْعُ الصَّوْتِ وَذٰلِكَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَرْفَعُوْنَ اَصْوَاتَهُمْ بِذِكْرِ اٰلِهَتِهِمْ اِذَا ذَبَحُوْا لَهَا ۔

(ترجمہ) وما اہل بہ لغیر اللّٰہ یعنی جو بتوں اور باطل معبودوں کے لیئے ذبح کیا گیا۔ اہلال اصل میں آواز بلند کرنا ہے اور یہ بات یوں ہے کہ مشرکین اپنے معبودوں کے ذکر کے ساتھ آوازیں بلند کرتے تھے جس وقت کہ ان کے لیئے ذبح کرتے تھے۔

تفسیر علامہ ابی السعود جلد ۲ ص۱۲۱ ملاحظہ ہو۔

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اَىْ رُفِعَ بِهِ الصَّوْتُ عِنْدَ ذَبْحِهٖ لِلصَّنَمِ ؕ

(ترجمہ) وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی وہ چیز جس کو بت کے لیئے ذبح کرنے کے وقت آواز بلند کی گئی ہو۔

تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۲ ملاحظہ فرمائیں۔

فَمَعْنَا قَوْلُهٗ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ يَعْنِىْ مَا ذُبِحَ لِلْاَصْنَامِ وَهُوَ قَوْلُ مُجَاهِدٍ وَالضَّحَّاكِ وَ قَتَادَةَ وَقَالَ رَبِيْعُ ابْنُ اَنَسٍ وَابْنُ زَيْدٍ يَعْنِىْ مَا ذُكِرَ عَلَيْهِ غَيْرُ اسْمِ اللّٰهِ وَهٰذَا الْقَوْلُ اَوْلٰى لِاَنَّهٗ اَشَدُّ مُطَابَقَةً لِلَّفْظِ۔

(ترجمہ) وما اھل بہ لغیر اللہ کے معنی یہ ہیں کہ جو بتوں کے لیئے ذبح کیا گیا ہو یہ قول مجاہد، ضحاک و قتادہ کا ہے ربیع بن انس اور ابن زید نے کہا یعنی وہ جس پر غیر نام خدا ذکر کیا گیا ہو اور یہ قول اولیٰ ہے کیونکہ اس میں مطابقت لفظی زیادہ ہے۔

ان تمام تفاسیر معتبرہ سے ثابت ہوا کہ وقت ذبح جس جانور پر غیر خدا کا نام ذکر کیا جائے اس کا کھانا حرام ہے جیسا کہ مشرکین عرب بتوں کی قربانی کے جانوروں کو ان کے ناموں پہ ذبح کرتے تھے جس جانور پر وقت ذبح غیر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو اگرچہ عمر بھر اس کو غیر خدا کے نام سے پکارا ہو مثلاً زید کی گائے

عبدالرحمٰن کا دنبہ، عقیقہ کا بکرا، ولیمہ کی بھیڑ وغیرہ، مگر ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا گیا ہو۔ اللہ کے سوا کسی اور کا نام نہ لیا گیا ہو تو وہ حلال وطیب ہے مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل نہیں اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:۔

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ
(پ ۸ ع ۱)

(ترجمہ) اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا اور یہ بیشک حکم عدولی ہے تو جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور وہ نام خدا پر ذبح کیا گیا ہو اس کو کون حرام کرے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ؕ
(پ ۸ ع ۱)

(ترجمہ) تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو اس کی بعد کی آیت میں ارشاد ہے:۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

(ترجمہ) اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا۔

آپ بھی ملاحظہ فرمائیں تفسیر احمدی مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۴۰

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ مَعْنَاهُ ذُبِحَ بِهٖ
لِاِسْمِ غَيْرِ اللّٰهِ مِثْلُ لَاتَ وَعُزّٰى وَاَسْمَاءُ
الْاَنْبِيَاءِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ فَاِنْ اَفْرَدَ بِهٖ اِسْمَ
غَيْرِ اللّٰهِ اَوْ ذَكَرَ مَعَهٗ اِسْمَ اللّٰهِ عَطْفًا
بِاَنْ يَّقُوْلَ بِاسْمِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ
بِالْجَرِّ حُرِّمَ الذَّبِيْحَةُ وَاِنْ ذَكَرَ مَعَهٗ
مَوْصُوْلًا لَا مَعْطُوْفًا بِاَنْ يَّقُوْلَ بِاسْمِ اللّٰهِ
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ كُرِهَ وَلَا يَحْرُمُ وَ
اِنْ ذَكَرَ مَفْصُوْلًا بِاَنْ يَّقُوْلَ قَبْلَ التَّسْمِيَةِ
وَقَبْلَ اَنْ يُّضْجِعَ الذَّبِيْحَةَ اَوْ بَعْدَهٗ لَا بَاْسَ
بِهٖ هٰكَذَا فِي الْهِدَايَةِ وَمِنْ هٰهُنَا عُلِمَ
اَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُوْرَةَ لِلْاَوْلِيَاءِ كَمَا هُوَ
الرَّسْمُ فِيْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَيِّبٌ لِاَنَّهٗ
لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ غَيْرِ اللّٰهِ عَلَيْهَا وَقْتَ الذَّبْحِ
وَاِنْ كَانُوْا يَنْذِرُوْنَهَا لَهٗ ۔

(ترجمہ) وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے معنی یہ ہیں کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو مثلاً لات و عزّیٰ وغیرہ بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو یا انبیاء علیہم السلام وغیرہم کے نام پر ذبح کیا گیا ہو یا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ عطف کر کے دوسرے کا نام ذکر کیا

اِس طرح باسمِ اللہ و محمدٍ رسول اللہ کہا لفظ محمدؐ کے جر یعنی زیر کے ساتھ عطف کر کے تو ذبیحہ حرام ہے اور اگر نام خدا کے ساتھ ملا کر دوسرے کا نام بغیر عطف کے ذکر کیا مثلاً یہ کہا باسم اللہ محمدٌ رسول اللہ تو مکروہ ہے حرام نہیں اور اگر غیر خدا کا نام جدا ذکر کیا اس طرح کہ باسم اللہ کہنے سے پہلے اور جانور لٹانے سے قبل یا اس کے بعد غیر کا نام لیا تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں، ایسا ہی ہدایہ میں ہے، یہاں سے معلوم ہوا کہ جو گائے اولیاء کے لیے نذر کی جاتی ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رسم ہے وہ حلال وطیب ہے اس لیے کہ اس پر وقتِ ذبح غیر خدا کا نام نہیں لیا گیا اگرچہ وہ اُن کے لیے نذر کرتے ہوں۔

ان عبارات سے روزِ روشن کی طرح معلوم ہوگیا کہ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ سے اس ذبیحہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے جس کو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اور وقتِ ذبح غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو اس کے علاوہ کوئی اور چیز یہ آیت حرام نہیں کرتی نہ فقیر والا آم جس پر ہمیشہ فقیر کا نام پکارا جاتا ہے نہ اور کوئی چیز جو کسی کے نام سے مشہور ہو نہ وہ ذبیحہ جس پر ذبح سے قبل یا بعد غیر خدا کا نام ذکر کیا گیا ہو، حتیٰ کہ اگر ذبح میں خاص قربانی کے دن یہ کہا جائے کہ پہلے عبد الرب کی گائے ذبح ہوگی پھر عبد الکریم کی پھر رسول بخش کی اور اس کے بعد وہ گائیں صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہہ

کر ذبح کی جائیں تو وہ حلال ہیں قربانی مقبول ہے اور ایسے اطلاقات بکثرت احادیث میں ملتے ہیں لہٰذا فاتحہ ونیاز وصدقات وخیرات وغیرہ کو ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل کرنا قرآن کریم کے معنی کی تبدیلی اور تمام تفاسیر معتبرہ کی مخالفت اور غلط ہے۔"

(کشف الحجاب عن مسائل ایصالِ ثواب ص۳۰ تا ص۴)

اب محققِ ذی وقار مفسّرِ قرآن جناب پیر محمّد کرم شاہ صاحب ایم اے فاضل جامعۃ الازہر مصر چیف جسٹس شرعی عدالت پاکستان کی محققانہ دلچسپ تحقیق سے استفادہ کیجیے۔ زیرِ آیت وَمَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ سورۃ نمل پ۱۴ آیت ۱۱۵ کی تحقیق سے مستفیض ہوں فرماتے ہیں۔ "یہ آیت اس سے پہلے تین مرتبہ گزر چکی ہے اب چوتھی اور آخری بار یہاں مذکور ہے۔ اس آیت کا یہ حصّہ خصوصی توجّہ کا مستحق ہے کیونکہ اس کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کے باعث ملّتِ اسلامیہ میں افتراق وانتشار کا دروازہ کھل گیا ہے اور ایک فریق دوسرے کو کافر ومرتد کہنے سے بھی دریغ نہیں کرتا اور بڑی شدّ ومد سے ان تمام جانوروں کو حرام ومردار کہتا ہے جنہیں کسی بزرگ کی روح کو ایصالِ ثواب کے لیے ذبح کیا گیا ہو خواہ اسے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ہی لیا گیا ہو۔

آئیے اس آیت کریمہ کو اپنی آراء وأہواء کا اکھاڑا نہ بنائیں بلکہ اسے سنّتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام اور لغتِ عرب کی

روشنی میں سمجھنے کی مخلصانہ کوشش کریں تاکہ حقیقت عیاں ہو جائے۔ اور باہمی اختلافات ومنافرت کے بڑھتے ہوئے سیلاب پر قابو پایا جاسکے وباللہ التوفیق

آیت کا جو مفہوم سلف صالحین اور علماءِ متقدمین نے خود سمجھا ہے اور ہمیں سمجھایا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی جانور کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو وہ جانور حرام ہے جس طرح مشرکین باسم اللّات والعزّیٰ کہہ کر جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔ امام ابوبکر جصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر احکام القرآن میں اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ولا خلاف بین المسلمین ان المراد بہ الذبیحۃ اذا اھل لغیر اللہ عند الذبح۔ یعنی سب مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے بیضاوی، قرطبی، رازی اور دیگر مفسّرینِ اسلاف نے اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ لیکن علماءِ متاخرین میں سے بعض لوگوں نے اسلاف اور قدماءِ مفسّرین کی متفقہ رائے سے اختلاف کیا اور اس آیت سے ایک نیا مفہوم اخذ کیا جس سے تکفیر کا دروازہ کھل گیا، غیروں کو اپنا بنانے کی توفیق سے جو لوگ محروم تھے انہوں نے اپنوں کو بیگانہ بنانے کا شغل اختیار فرمایا اور اس

فن میں وہ جدت طرازیاں اور موشگافیاں کیں کہ عقل دنگ رہ گئی۔ اور دل لرز اٹھا۔ آیئے پہلے اُن کے دلائل کو سنیئے تاکہ ان کی اس غلط فہمی کا ماخذ آپ کو معلوم ہو جائے۔ پھر ان میں غور فرمایئے ان دلائل کی بے سروپائی آپ پر واضح ہو جائیگی۔

وہ اِس آیت کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ جس جانور پر غیر اللہ کا نام لے دیا جائے اور وہ اس غیر کے نام سے مشہور ہو جائے تو ایسے جانور کو اگر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر بھی ذبح کیا جائے تو وہ حلال نہیں ہوگا بلکہ حرام ہوگا۔ جس طرح کتّے اور خنزیر کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو وہ ناپاک ہی رہتا ہے وہ اپنے اس مفہوم کی تائید کے لیئے کہتے ہیں کہ لُغت عرب اور عرف میں اُہِلَّ کا معنی ذبح کرنا نہیں ہے کوئی شعر کوئی عبارت ایسی پیش نہیں کی جاسکتی جس میں کسی فصیح و بلیغ نے اُہِلَّ کو ذبح کرنے کے معنی میں استعمال کیا ہو بلکہ اہلِ لُغت کے نزدیک اُہِلَّ کا معنی آواز بلند کرنا ہے اور کسی چیز کو شہرت دینا ہے پھر وہ کہتے ہیں کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ اُہِلَّ کا معنی ذبح کرنا ہے تو بھی آیت کا یہ معنیٰ ہوگا کہ وہ جانور جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے اور اس کا جو معنیٰ تم نے کیا ہے کہ وہ جانور جسے غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا جائے، یہ تو کسی طرح مراد نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے اس آیت کا جو معنیٰ تم نے کیا ہے وہ تو صراحۃً تحریفِ آیت ہے

یہ اُن کا استدلال ہے جو آپ نے پڑھ لیا۔

اب ہم بصد ادب ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ اُہِلَّ کا معنیٰ اگر وہ لیا جائے جو تم نے لیا ہے کہ آواز بلند کرنا یا شہرت دینا تو چاہیئے یہ کہ تمام ایسے جانور جن پر غیر اللہ کا نام لے دیا جائے یا انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیئے نامزد کر دیا جائے تو وہ ابدی حرام ہو جائیں اور اگر تکبیر پڑھ کے ان کے گلے پر چھری پھیری جائے تب بھی وہ حلال نہ ہوں، حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ بحیرہ۔ سائبہ وغیرہا جانور وہ اپنے بتوں کیلئے نذر مانتے تھے اور اس سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا اپنے اوپر حرام کر دیتے تھے حالانکہ اگر کوئی مسلمان ان کو اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو وہ حلال ہیں۔ ان جانوروں کو بتوں کے نام پر نامزد بھی کیا گیا۔ انہیں کے نام سے وہ مشہور ہوئے حالانکہ انہیں اگر تکبیر پڑھ کر ذبح کیا جائے تو وہ اس کے باوجود حلال ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں صراحۃً مرقوم ہے کہ اگر مجوسی نے اپنے آتشکدہ کے لیئے یا کسی مشرک نے اپنے باطل خداؤں کے لیئے کسی جانور کو نامزد کیا اور کسی مسلمان نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اُسے ذبح کر دیا تو اُسے کھایا جائے گا کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اُسے ذبح کیا ہے۔ مُسلم ذَبَحَ شَاۃَ المجوسی لبیت نارھم اوالکافر لالھتھم توکل لانہ سمی اللہ و

یکرہ للمسلم (فتاویٰ عالمگیری کتاب الذبائح)

تو اس سے یہ امر واضح ہوگیا کہ کسی چیز پر محض غیر اللہ کا نام لے دینے سے وہ حرام نہیں ہو جاتی۔

نیز ان کا یہ دعویٰ کرنا کہ اُہِلَّ کا لفظ ذبح کے معنی میں لُغتہً اور عرفاً مستعمل نہیں ہوتا یہ بھی درست نہیں کیونکہ فصاحت و بلاغت کے امام حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہ الکریم نے اُہِلَّ کو ذبح کے معنیٰ میں استعمال کیا ہے اور آپ کا قول بلا اختلاف حجت اور سند ہے آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِذا سَمِعْتُمُ الْیَہُوْدَ وَالنَّصٰرٰی یُہِلُّوْنَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَلَا تَاْکُلُوْا وَاِذَا لَمْ تَسْمَعُوْا ہُمْ فَکُلُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَلَّ ذَبَائِحَہُمْ وَ ہُوَ یَعْلَمُ مَا یَقُوْلُوْنَ۔

(فتح البیان جلد اوّل صـ ۲۲۲)

یعنی جب تم سنو کہ یہود و نصاریٰ غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں تو اُن کا ذبیحہ نہ کھاؤ اور اگر نہ سنو تو کھالو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ذبیحہ کو حلال کیا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔"

آپ کے اس قول میں یُہِلُّوْنَ بمعنی یُذْبِحُوْنَ مستعمل ہے۔

اس لیئے ان کا یہ کہنا کہ اُہِلَّ کا لفظ ذبح کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا صحیح نہ ہوا۔ قدماء مفسرین نے بھی اُہِلَّ کے لفظ کی تحقیق

کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اُہِلَّ کا لغوی معنی تو آواز بلند کرنا ہے لیکن اب عرف میں یہ ذبح کے معنیٰ ہیں یا ذبح کے وقت آواز بلند کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے چنانچہ امام فخرالدین رازی لغت کے امام اصمعی سے لفظ اُہِلَّ کی تحقیق نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

قال الاصمعی الاہلال اصلہ رفع الصوت فکل رافع صوتہ فہو مہل .... وہذا معنی الاہلال فی اللغۃ ثم قیل للمحرم مہل لرفعہ الصوت بالتلبیہ عند الاحرام والذابح مہل لان العرب کانوا یسمّون الاوثان عند الذبح ویرفعون اصواتہم بذکرہا۔

(ترجمہ) اصمعی نے کہا کہ اہلال اصل میں آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں تو ہر آواز بلند کرنے والا مُہِلّ کہلائے گا یہ اہلال کا لغوی معنی ہے۔ پھر محرم کو بھی مہل کہتے ہیں کیونکہ مشرکین عرب جانوروں کو ذبح کرتے وقت بلند آواز سے اپنے بتوں کا نام لیا کرتے تھے۔

علامہ ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور اپنی لغت کی شہرہ آفاق کتاب لسان العرب میں اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

واصل الاہلال رفع الصوت وکل رافع صوتہ

فهو مهل وكذالك قوله عزّ وجلّ وما اهل لغير الله
به هو ما ذبح للألهة وذلك لان الذابح كان
يسمّها عند الذبح فذلك هو الاهلال

صاحبِ تفسیر خازن لکھتے ہیں :۔

اصل الاهلال رفع الصوت .... حتى قيل لكل
ذابح مهلّ وان لم يجهر بالتسمية ۔

اہلال کا لغوی معنی آواز بلند کرنا ہے یہاں تک کہ ہر ذبح کرنے والے کو مہلّ کہا جانے لگا اگرچہ وہ بلند آواز سے تکبیر نہ بھی کہے ۔
علامہ سیوطی نے حضرت ابن عباس سے اُہِلَّ کا معنی ذُبِحَ نقل کیا ہے اور امام تفسیر مجاہد نے مَا اُہِلَّ کا معنی ماذبح لغیر اللہ کیا ہے۔
علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں اس لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :۔

قال الربيع بن انس يعني ماذكر عند ذبحه اسم
غير الله والاهلال ..... حتّى قيل لكل ذابح مهلّ
وان لم يجهر مهلّ ۔

از راہِ اختصار ان چند حوالوں پر اکتفا کیا جا رہا ہے ورنہ بیشمار حوالے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوا ہے کہ اُہِلَّ بمعنی ذُبِحَ مستعمل ہوتا رہتا ہے ۔ ان ان گنت اور واضح تصریحات کے باوجود یہ کہنا کہ اُہِلَّ ذبح کے معنی میں نہ لغتہً استعمال ہوتا ہے

اور نہ عرفاً یہ حق وانصاف سے اعراض کرنا ہے۔
نیز ان صاحبان کا ما اہل لغیر اللہ بہ کا یہ معنی بیان کرنا کہ غیر اللہ کے نام سے کسی جانور کو ذبح کرنا تحریف ہے یہ بھی درست نہیں ۔ کیونکہ علامہ نووی شارح مسلم نے حدیث شریف کے ان الفاظ لعن الله من ذبح لغير الله کا یہ معنی کیا ہے اما الذابح لغير الله ان يذكر باسم الله یعنی جس کو اللہ کے نام کے سوا کسی نام سے ذُبح کیا جائے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے فارسی ترجمہ قرآن میں اس آیت کا یہی معنی کیا ہے "وآنچہ ذکر کردہ شد نام غیر خدا بر ذبح وے"۔ یعنی ذبح کے وقت جس پر غیر خدا کا نام ذکر کیا جائے کیا اس تحریف کا الزام یہ حضرات آپ پر بھی عائد کرنے کی جسارت کر سکتے ہیں ۔
اس تفصیل سے یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی کہ آیت کا معنی وہی ہے جو علامہ ابوبکر جصاص نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے جو ابتدائے بحث میں نقل ہو چکا ہے ۔
نیز بخاری اور مسلم کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اپنی والدہ کے لیے جو کنواں کھدوایا تھا اُس کا نام ہی بئر اُم سعد رکھا گیا تھا۔ یعنی سعد کی ماں کا کنواں اگر کسی غیر کا صرف نام لے دینے سے کوئی چیز ناپاک ہو جاتی تو اس کنوئیں کا پانی

بھی ناپاک ہو جاتا، اسے پینا، اُس سے وضو یا غسل کرنا اور اس سے کپڑے دھونا سب ممنوع قرار پاتا۔ حضور رحمتِ عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ایک دُنبہ اپنی طرف سے قربانی دیا کرتے اور دُوسرا دُنبہ اُمت کی طرف سے۔

کئی لوگ کسی ولی کے نام کی نذر مانتے ہیں کیا اس طرح وہ چیز حرام ہو جاتی ہے یا نہیں تو اس کے متعلق مختصراً عرض ہے کہ نذر کے دو معنی ہیں، شرعی اور عرفی۔ نذر شرعی عبادت ہے اور عبادت کسی غیر اللہ کے لیئے جائز نہیں اس لیئے شرعی معنی میں تو نذر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کی نذر ماننا شرک ہے لیکن عرفِ عام میں نذر عبادت کے معنی میں استعمال نہیں ہوتی بلکہ نیاز کے معنی میں استعمال ہوتی ہے اور یہ شرک نہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے فتاویٰ میں یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔ وہ عبارت آپ کی خدمت میں بعینہٖ پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں امید ہے یہ گتھی بھی سلجھ جائیگی۔

لیکن حقیقت ایں نذر آنست کہ اہداء ثواب طعام وانفاق وبذل مال بروح میت کہ امریست مسنون واز روئے حدیث صحیحہ ثابت است مثل ما ورد فی الصحیحین من حال

اُم سعد وغیرہ ایں نذر مستلزم می شود پس حال ایں نذر آنست کہ اہداء ثواب ہٰذا القدر الیٰ روح فلاں۔ و ذکر ولی برائے تعین عمل منذور است نہ برائے مصرف و مصرف ایں نذر نزد ایشاں متوسلاں آں ولی می باشند، از اقارب و خدم و ہمطریقاں و امثال ذالک۔ ہمیں است مقصود نذر کنندگاں بلاشبہ و حکمہ انہ صحیح یجب الوفاء بہ لانہ قربۃ معتبرۃ فی الشرع۔

(فتاویٰ عزیزی جلد ا ص ۱۲۱ مطبوعہ دیوبند)

ترجمہ:۔ اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ اس طعام وغیرہ کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جاتا ہے اور یہ امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسے حضرت سعد کی والدہ کے کنوئیں کا ذکر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔ اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ پس اس نذر کا حاصل یہ ہے کہ اس طعام وغیرہ کا ثواب فلاں ولی کو پہنچے نذر میں ولی کا ذکر اس لیئے نہیں کیا جاتا کہ وُہ اس نذر کا مصرف ہے اس کا مصرف تو اس ولی کے قریبی رشتہ دار، خدام درگاہ اور ہم مشرب لوگ ہوتے ہیں، ولی کا نام صرف اس عمل کو متعین کے لیئے لیا جاتا ہے نذر کرنے والوں کا بلاشبہ یہی مقصد ہوا کرتا ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی نذر صحیح ہے۔ اور اس کو پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ ایسی عبادت ہے جو شرعاً

معتبر ہے۔

حضرت حکیم الامّت کی اس ایمان افروز وضاحت کے بعد کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہتا، اگرچہ مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں لیکن محض مزید اطمینان کے لئے ایک دو حوالے اور پیش خدمت ہیں۔

حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ عزیزیہ میں فرماتے ہیں:-

"اگر مالیدہ و شیر برائے فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخوارند جائز است مضائقہ نیست"۔

یعنی اگر مالیدہ اور دودھ کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے اُن کی رُوح کو ثواب پہنچانے کے ارادے سے پکا کر کھلائیں تو کچھ مضائقہ نہیں جائز ہے۔

(فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص۵ مطبوعہ دیوبند)

اسی صفحہ پر حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:-

"اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء را ہم خوردن جائز است واللہ اعلم"۔

یعنی اگر کسی بزرگ کے نام فاتحہ دی گئی تو مالداروں کو بھی اس میں سے کھانا جائز ہے"۔

حضرت شاہ صاحب دُوسری جگہ لکھتے ہیں:-

"طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند وبرآں فاتحہ و قل و

درُود خوانند تبرّک می شود وخورُدن بسیار خوُب است"۔

(فتاویٰ عزیزیہ جلد ا ص۴۷ مطبوعہ دیوبند)

یعنی وہ کھانا جس کا ثواب حسنین کریمین کو پہنچایا جائے۔ اور اس پر فاتحہ، قُل شریف اور درُود شریف پڑھا جائے وہ تبرک ہوجاتا ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے"۔

شاہ اسمٰعیل دہلوی کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیے:-

"پس در خوبی ایں قدر امر از امور مرسومہ فاتحہ ہا و اعراس و نذر و نیاز اموات شک و شبہ نیست"۔ (صراطِ مستقیم ص۵۵)

پس امور مروّجہ یعنی اموات کے فاتحوں اور عرُسوں اور نذر و نیاز سے اس قدر امر کی خوُبی میں کچھ شک و شبہ نہیں۔

اب فاتحہ خوانی کا طریقہ بھی شاہ اسمٰعیل دہلوی کے الفاظ میں سن لیجئے

"اوّل طالب را باید کہ باوضو دو زانو بطور نماز بنشیند و فاتحہ بنام اکابر ایں طریق یعنی خواجہ معین الدین سنجری وحضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہما خواندہ التجا بجناب حضرت ایزد پاک بتوسط ایں بزرگاں نماید و نیاز تمام و زاری بسیار دعائے کشود کار خود کردہ ذکر دو ضربی شروع نماید"۔

(صراطِ مُستقیم ص۱۱۱ فخر المطابع)

یعنی پہلے طالب کو چاہیئے کہ وضُو کرے اور نماز کے طریقہ

پر دو زانو ہو کر بیٹھے اور اس طریقہ کے اکابر یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہما کے نام فاتحہ پڑھے اور پھر درگاہِ الٰہی میں ان بزرگوں کے وسیلہ سے التجا کرے اور انتہائی عجز و نیاز اور کمال تضرع و زاری کے ساتھ اپنے حل مشکل کی دعا کر کے دو ضربی ذکر شروع کرے۔"

البتہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر کسی جانور کو ذبح کرے تو وہ ذبیحہ حرام ہوگا اور ذبح کرنے والا مشرک ہوگا، اسی طرح اگر کسی شخص کے ذہن میں ایصالِ ثواب کا تصور تک نہیں بلکہ کسی ولی یا نبی کے لیئے محض اس جانور کا خون بہانے (اراقۃ الدم) کو ہی وہ درجۂ قربت سمجھ کر ذبح کرتا ہے تب بھی وہ جانور حرام ہوگا کیونکہ جان کا مالک وہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے جان کو پیدا فرمایا۔ اس لئے اس کو حق نہیں پہنچتا کہ اللہ تعالیٰ کی چیز کو کسی کے لیئے قربان کرے چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں متعدد بار اس مسئلہ کی تحقیق فرمائی اور ایسے جانور کی حلت و حرمت کا فیصلہ کرنے کے لیئے یہی معیار مقرر فرمایا۔ آپ لکھتے ہیں:۔

فمتی کان اراقۃ الدم للتقرب الی غیر اللہ حرمت الذبیحۃ ومتی کان اراقۃ الدم للہ تعالیٰ والتقرب

الی الغیر بالاکل والانتفاع حلت الذبیحۃ لان الذبح عبارۃ عن الاراقۃ لا عن المذبوح ای الذی یحصل بعد الذبح من اللحم والشحم وعلی ھذا قلنا لو اشتری لحما من السوق او ذبح بقرۃ او شاۃ لاجل ان یطبخ مرقا وطعاما لیطعم الفقراء ویجعل ثوابھا لروح فلان حلت بلا شبھۃ۔

(فتاویٰ عزیزیہ جلد اوّل ص۵۷)

یعنے کہ اگر کسی جانور کا خون اسی لیئے بہایا جائے کہ اس خون بہانے سے غیر کا تقرب حاصل ہو تو وہ ذبیحہ حرام ہوجائیگا اور اگر خون اللہ تعالیٰ کے لیئے بہائے اور اس کھانے اور اس سے نفع حاصل کرنے سے کسی غیر کا تقرب مقصود ہو تو ذبیحہ حلال ہوگا کیونکہ ذبح کا معنی خون بہانا ہے نہ وہ جانور جسے ذبح کیا گیا، اسی لیئے ہم نے کہا ہے کہ اگر کسی نے بازار سے گوشت خریدا یا گائے یا بکری ذبح کی تاکہ اسے پکا کر فقیروں کو کھلائے اور اس کا ثواب کسی روح کو پہنچائے تو یہ (گوشت گائے بکری) بلاشبہ حلال ہوگی۔"

میں علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان نہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے سوا کسی کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں اور نہ وہ محض اراقۃ الدم (خون بہانے) کو وجہ تقرب سمجھتے ہیں بلکہ ان کے پیش نظر صرف ایصالِ ثواب ہوتا ہے۔ بفرض محال اگر کوئی شخص اپنی جہالت

کیوجہ سے ایسا کرتا ہے تو اُسے فوراً تائب ہونا چاہیئے، مبادا اس گمراہی پر اسکی موت آجائے نیز ان لوگوں کو بھی خدا کا خوف کرنا چاہیئے جو ہر مسلمان پر بلا امتیاز شرک و کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں اور اس کو اپنی سستی شہرت کے حصول کا آسان اور مؤثر ذریعہ سمجھتے ہیں۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (ضیاء القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۰۹ تا ۶۱۱)

غیر خدا کی طرف منسوب کرنے سے چیز حرام نہیں ہوجاتی۔

مخلوق سمجھتے ہوئے غیر خدا کی طرف منسوب کرنے سے چیز حرام نہیں ہوجاتی چنانچہ مانعینِ گیارہویں شریف کے مقتدا شاہ اسمٰعیل دہلوی اپنی معتبر تصنیف صراط مستقیم میں فرماتے ہیں — "اگر شخصے بزے را در خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود اورا ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخواند بخوراند خللے نیست۔"

یعنی اگر کوئی آدمی ایک بکرا گھر میں پرورش کرے یہاں تک کہ وہ خوب موٹا ہوجائے پھر اُسکو ذبح کرکے اُسکا گوشت پکا کر اس پر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر لوگوں کو کھلا دیوے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (بحوالہ مواعظ رضویہ جلد ۵)

گھر کی اس شہادت کے ہوتے ہوئے تو مانعینِ ختم مروجہ گیارہویں کو کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہیئے نیز اسی "صراط مستقیم" کے صفحہ ۶۴ پر لکھتے ہیں :۔

"نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر و افضل"۔ (ترجمہ) یہ نہ سمجھیں کہ مُردوں کے لئے طعام اور فاتحہ خوانی کے ذریعے سے نفع پہنچانا درست نہیں بلکہ ایسا کرنا بہتر اور افضل ہے"

چنانچہ بطریق فاتحہ خوانی فوت شدگان کو نفع پہنچانا بہتر و افضل ہے جس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیئے۔

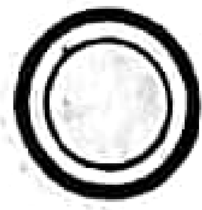
بحمد اللہ تعالیٰ

لَا یَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ

میری اُمّت گمراہی پر متفق نہ ہوگی (مرفوع حدیث)

مروّجہ فاتحہ خوانی

قرآن و حدیث کی روشنی میں



"بریلوی مسلمان ہیں !"

شیخ الکل فی الکل مولوی ابوالبرکات احمد (وہابی)

کا

فتویٰ

(فتاویٰ برکاتیہ ص ۱۷۷)

ارشادِ خداوندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالَّذِيْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (پ ۲۸)

(ترجمہ) اور ان سے بعد میں آنے والے لوگ یہ دُعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے! تو ہماری بخشش بھی فرما اور ہمارے اُن بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ چلے گئے ہیں۔

فرمانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

● بروایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ يُتْبَعُ الرَّجُلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْحَسَنَاتِ اَمْثَالُ الْجِبَالِ فَيَقُوْلُ اَنّٰى هٰذَا فَيُقَالُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ

(ترجمہ) قیامت کے روز ایک شخص کی نیکیاں پہاڑوں کی مثل ہونگی تو وہ شخص عرض کریگا کہ یہ مجھے کہاں سے مل گئیں تو اُسے کہا جائیگا یہ تیرے بیٹے کی دُعائے مغفرت سے جو وہ تیرے لیے کیا کرتا تھا۔ (طبرانی فی الاوسط۔ شرح الصدور)

● بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَنّٰى لِيْ هٰذِهٖ فَيَقُوْلُ بِدُعَاءِ وَلَدِكَ

(ترجمہ) تحقیق اللہ تعالیٰ ایک نیک بندے کو جنت میں بلند مقام عطا کریگا تو وہ عرض کریگا اے اللہ مجھے یہ مقام کہاں سے ملا تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا یہ تیرے بیٹے کی تیرے حق میں دُعا کی برکت ہے۔ (طبرانی۔ بیہقی۔ شرح الصدور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا فرمان

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

(سورۂ حشر پ ۲۸ آیت ۷)

(ترجمہ) جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اُس سے باز رہو۔

ختم مروجہ۔ تیجا، ساتہ، دسواں اور چالیسواں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا۔ جو اس کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

فَقَالَ الْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ۔ (رواہ سلمان رضی اللہ عنہ ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۰۶)

(ترجمہ) تو فرمایا حلال وہ ہے جو اللہ نے کیا حرام وہ ہے جو اللہ نے کیا اور جس سے خاموشی فرمائی وہ معاف ہے۔

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو کسی چیز کے حلال و حرام کا کوئی اختیار نہیں۔ لہٰذا معمولاتِ اہلِ سُنّت ختم مروجہ

وغیرہ کے حرام کرنے کا کسی کو حق نہیں۔

حضور سیّدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد
"میرے بعد میری اُمّت شرک نہیں کرے گی"۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار ابد قرار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا۔

(بخاری ص۹۷۵)

(ترجمہ) اور خدا کی قسم مجھے تم پر یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے، خوف ہے تو اس کا کہ تم دُنیاوی ساز و سامان کی طرف رغبت کرو گے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ اَوْقَالَ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) عَلٰی ضَلَالَۃٍ وَیَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔

(رواہ ترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱ ص۳۰)

(ترجمہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ میری اُمّت کو یا فرمایا محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی

اُمّت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے جُدا ہوا، تنہا ڈالا جائے گا آگ میں۔

حضور کے اس فرمان کے حوالے سے آپ کی اُمّت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی اور سرکار کی اُمّت حقیقت میں اہلِ سُنّت وجماعت ہی ہیں۔

چنانچہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، فقہا و محدثین و مفسرین تمام اقطاب و اغواث، علماء و اولیاء، صلحاء و فقراء اور مذاہب اربعہ کے پیروکار عوام مسلمان سب اہلِ سنّت وجماعت ہیں۔

علامہ احمد بن محمد الصاوی مالکی المتوفی ۱۲۴۱ھ اپنی تفسیر صاوی علی تفسیر الجلالین جلد ۴ ص۹ زیر آیت مبارکہ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ کے تحت فرماتے ہیں۔

فَالْخَارِجُ عَنِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ ضَالٌّ مُضِلٌّ کہ مذاہب اربعہ سے باہر رہنے والا گمراہ اور گمراہ کن ہے۔

اور شاہ اسمٰعیل دہلوی صراطِ مستقیم فارسی ص۶۹ مطبوعہ مجتبائی میں فرماتے ہیں۔

"در اعمال اتباعِ مذاہب اربعہ کہ رائج در تمام اہلِ اسلام است بہتر و خوب است" کہ اعمال میں مذاہب اربعہ کی اتباع جو تمام اہلِ اسلام میں رائج ہے بہتر اور اچھی ہے۔

انہی مذاہب کے پیروکار اہلِ سنّت وجماعت ہیں جو بحمداللہ تعالیٰ حق پر ہیں اور ان کا گمراہی پر متفق ہونا ممکن نہیں اور ان کے علاوہ جن

مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ کے مصداق واصلِ نار ہیں ۔

مسلمانوں کی پسند اللہ تعالیٰ کی پسند ہے

قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ مَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ ۔ (مرقات باب الاعتصام)

(حاشیہ بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۰۲)

دوسری روایت ۔ فَقَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَارَاٰہُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ ۔

(حاشیہ بخاری ۱۴ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲۵)

حضرت ابن مسعود نے فرمایا جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے ۔

دوسری روایت میں سرکار نے فرمایا جس کام کو مومن اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے ۔ فاتحہ مروجہ مسلمانوں کا پسندیدہ عمل ہے۔

ختم فاتحہ خوانی اور گیارھویں وغیرہ یہ سب مستحب عمل ہیں ،

وہ فعل مستحب ہے جو شریعت میں پسند کیا گیا ہو خواہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا یا اس کی ترغیب دی یا علماء نے پسند کیا اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ ہو اس کا کرنا ثواب، نہ کرنے پر مطلقاً کچھ

نہیں ۔ (درمختار جلد ا بحوالہ دین مصطفیٰ)

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ایک جماعت کے ساتھ بھیجا کہ وہ ان کو نماز پڑھایا کرتا تھا اور (ہر رکعت میں) ختم کے وقت قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتا تھا ۔ واپسی میں قوم نے سرکار سے عرض کیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اس سے پوچھو وہ ایسے کیوں کرتا ہے تو امام صحابی نے عرض کیا کہ اس میں اَلرَّحْمٰن کی صفت ہے ۔ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَءَ بِھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبِرُوْہُ اَنَّ اللّٰہَ یُحِبُّہٗ ۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۲۷۱)

(ترجمہ) تو میں اس کی تلاوت پسند کرتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو خبر دے دو کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے ۔

جامع ترمذی میں ہے فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُحِبُّھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ حُبَّھَا اَدْخَلَکَ الْجَنَّۃَ (مترجم جلد ۲ صفحہ ۳۲۹)

عرض کیا یا رسول اللہ ! میں اسے پسند کرتا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی محبت اس کو جنت میں لے جائے گی ۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ وہ کام جو سرکار نے نہ کیا ہو مگر اس عمل کو نیکی سمجھ کر کیا جائے اور شریعت کے کسی حکم کو متصادم نہ ہو تو وہ جائز ہے جیسا کہ امام صحابی کا ہر رکعت میں قل شریف کا پڑھنا۔

سیّدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نفل نماز کو اپنے پر لازم کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک دن صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلاکر پوچھا۔ اے بلال! تم کس وجہ سے جنت میں مجھ سے پہلے پہنچ گئے؟ میں شبِ معراج جب جنت میں داخل ہوا تو سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ اَمَامِي اپنے آگے آگے تمہاری آہٹ سنی۔

توحضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! مَا اَذَّنْتُ قَطُّ اِلَّا صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَمَا اَصَابَنِي حَدَثٌ قَطُّ اِلَّا تَوَضَّأْتُ عِنْدَهَا وَرَاَيْتُ اَنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمَا۔

(ترمذی عربی جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ - اردو صفحہ ۶۹۸)

(ترجمہ) یارسول اللہ! میں جب اذان پڑھتا ہوں اس کے بعد دو رکعتیں ادا کرتا ہوں اور جب کبھی بے وضو ہوتا ہوں فوراً وضو کرتا ہوں، میں نے جان رکھا تھا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے لئے دو رکعتیں لازمی ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر اذان کے بعد جو دو رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے اور وضو ٹوٹنے پر نیا وضو کرلیا کرتے تھے۔

اس کا نہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا نہ خود نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اپنے طور یہ عمل پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا اِنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ کہ بعد اذان دو رکعت اللہ کے لیے ادا کرنا میں نے لازم کررکھا ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم ناجائز کررہے ہو بلکہ فرمایا اسی وجہ سے تمہارے قدموں کی آواز جنت تک پہنچی ہے۔

نمازِ چاشت جس کو سرکار نے نہیں پڑھا مگر صحابہ کرام پڑھتے رہے

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَاِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ جَالِسٌ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ الضُّحٰى فِي الْمَسْجِدِ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ فَقَالَ بِدْعَةٌ۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۰۹ کتاب الحج باب بیان عدد عمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وزمانہن)

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد (نبوی) میں حاضر ہوئے جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سرکار کے روضہ شریف پر حاضر ہوئے تھے اور لوگ (صحابہ کرام) مسجد نبوی شریف میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے تو ہم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے دریافت کیا کہ یہ کونسی نماز ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ (بدعت)

نئی نماز ہے۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ نے وہ عمل کیا جو سرکار نے نہ کیا تھا یعنی نماز چاشت اور حضرت عبد اللہ بن عمر موجود ہیں دیکھ رہے ہیں مگر منع نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ یہ نماز بدعت (حسنہ) ہے۔

عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اِنَّهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ سُبْحَةَ الضُّحٰى قَطُّ (نماز چاشت) وَاِنِّيْ لَاُسَبِّحُهَا وَاِنَّهٗ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ اَنْ يَّعْمَلَ بِهٖ خَشْيَةَ اَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضُ عَلَيْهِمْ ۔ (مسلم جلد ۱ ص ۲۴۹ باب استحباب صلوٰۃ الضحیٰ)

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے نہیں دیکھا اور میں چاشت کی نماز پڑھا کرتی تھی، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پسندیدہ عمل کو ترک کر دیا کرتے تھے حالانکہ وہ (نفلی) عمل حضور کو پسند ہوتا تھا اس بنا پر کہ کہیں اُمت پر فرض نہ ہو جائے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات مستحب عمل کو باوجودیکہ وہ پسند ہوتا تھا اس لیے ترک فرما دیتے تھے کہ اُمت پر فرض نہ کر دیا جائے اور اگر ایسا عمل اُمتی کریں تو ان کے کرنے سے اُمت پر فرض ہونے کا خطرہ نہیں لہٰذا وہ کرتے رہیں۔

مستحب عمل کو جاری رکھنا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نفلی اور مستحب عمل کو پسند فرماتے تھے جس کو ہمیشہ جاری رکھا جائے۔

چنانچہ سرکار نے فرمایا وَاعْلَمُوْا اَنَّ اَحَبَّ الْعَمَلِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهٗ وَاِنْ قَلَّ ۔

(مسلم جلد ۲ ص ۳۷۷ باب اکثار الاعمال والاجتہاد فی العبادۃ)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو وہ عمل نہایت پسند ہے جس پر ہمیشگی کی جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔

دوسری روایت عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ (رضی اللہ عنہا) عَنْ عَمَلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يُحِبُّ الدَّائِمَ (مسلم جلد ۱ ص ۲۵۵ باب صلوٰۃ اللیل)

حضرت مسروق رضی اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سرکار کے (نفلی) عمل کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ سرکار وہ عمل جس پر ہمیشگی کی جائے پسند فرماتے تھے۔

لزوم عرفی

حدیث :۔ حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کانت

عائشۃ (رضی اللہ عنہا) اذا عملت العمل لزمتہ۔
(مسلم جلد ۱ ص۲۶۶)

(ترجمہ) کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب کوئی مستحب نفلی عمل شروع فرماتیں تو (اس کی ادائیگی کو) اپنے پر لازم کرلیتیں۔

یعنی وہ عمل جس کو شریعت مطہرہ نے نہ فرض نہ واجب نہ سنت مؤکدہ قرار دیا ہے مگر ام المؤمنین اپنے طور پر اختیار فرماتی تھیں تو پھر اس عمل کو آپ ہمیشہ باقاعدگی سے جاری رکھتی تھیں۔

حدیث:۔
انّ احبّ الاعمال ادومھا الی اللہ وان قلّ۔
(بخاری جلد ۲ ص۹۵۷)

کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دائمی عمل (مستحب) کو اگرچہ چھوٹا ہو پسند فرماتا ہے۔

دائمی عمل کیا ہے؟

اسی گزشتہ حدیث پاک کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔ کرمانی اور امام قسطلانی فرماتے ہیں:۔

قلت المراد من الدّوام المواظبۃ العرفیۃ وھی الاتیان بھا فی کلّ شھر او کلّ یوم بقدر یطلق علیہ عرفا اسم المداومۃ۔ (حاشیہ ص۶)

یعنی میں کہتا ہوں دوام سے مواظبت عرفیہ مراد ہے جس کو ہر مہینہ یا ہر دن اس طرح سے بجا لایا جائے کہ عرف عام میں اس پر دوام (ہمیشگی) کا اطلاق ہوتا ہو۔

روایات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ ایسا پسندیدہ عمل جس کی شریعت میں ممانعت نہیں اگرچہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو باعث عظمت وفضیلت ہے۔ جیسے ہر سال ربیع الاول شریف میں جلسہ میلاد یا جلوس یا ہر سال عرس یا ہر مہینہ گیارہویں شریف یا ہر روز ختم خواجگاں یا کوئی سا وظیفہ وغیرہ یا ہر جمعرات ختم ایصال ثواب وغیرہ۔

دن مقرّر کرنا

حدیث:۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم الاثنین والخمیس۔
(رواہ ترمذی والنسائی مشکوٰۃ باب صیام التطوع ص۱۷۹)

(ترجمہ) سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔"

سرکار نے نفلی روزے کے لیے پیر اور جمعرات کا دن مقرّر فرمایا تھا۔

حدیث:۔ عن عائشۃ انّھا قالت کان

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلَّمَا کَانَ لَیْلَتُھَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّیْلِ اِلَی الْبَقِیْعِ فَیَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۱۳ ، نسائی مجتبائی جلد ۱ صفحہ ۲۸۵)

(ترجمہ) حضرت ام المومنین سیدۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار جب میری باری میں خانۂ اقدس میں جلوہ افروز ہوتے تو رات کے آخری حصہ میں جنت البقیع (مدینہ پاک کے قبرستان) میں تشریف لے جاتے اور فرماتے السلام علیکم دار قوم مومنین۔

سرکار دوسری امہات المومنین کے گھروں میں رات کو جلوہ افروز ہوتے تو جنت البقیع تشریف نہ لے جاتے تھے؟

حدیث:-

عَنْ عَائِشَۃَ (رضی اللہ عنہا) شَکَا النَّاسُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُحُوْطَ الْمَطَرِ فَاَمَرَ بِمِنْبَرٍ فَوُضِعَ لَہٗ فِی الْمُصَلّٰی وَوَعَدَ النَّاسَ یَوْمًا یَخْرُجُوْنَ فِیْہِ۔

(مشکوٰۃ باب الاستسقاء صفحہ ۱۳۲)

(ترجمہ) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بارش رک جانے کی

شکایت کی آپ نے منبر کا حکم دیا پس رکھا گیا واسطے آپ کے عیدگاہ میں اور لوگوں سے ایک دن کا وعدہ کیا کہ اس میں نکلیں گے۔

حدیث:-

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَجَمَ بِسَبْعَ عَشَرَۃَ وَتِسْعَ عَشَرَۃَ وَاِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ کَانَ شِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ۔

(ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۵۴۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سترہ اور انیس اور اکیس تاریخ کو سنگیاں لگوائیں ہر مرض سے شفا ہو گی۔

حدیث:-

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ کُلَّ سَبْتٍ مَاشِیًا وَّرَاکِبًا وَیُصَلِّیْ فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ۔ متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ باب مواضع الصلوٰت جلد ۱ صفحہ ۶۹)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کو مسجد قبا میں پیادے یا سوار ہو کر آتے وہاں دو رکعتیں پڑھتے۔

(متفق علیہ)

حدیث :-

اِنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ یَاْتِیْ قُبَاءَ کُلَّ سَبْتٍ وَکَانَ یَقُوْلُ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْہِ کُلَّ سَبْتٍ ۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۴۸)

سیدنا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر ہفتے کے دن مسجد قبا شریف میں آیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا میں آتے دیکھا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں ۔

قَالَ نَوَوِیْ تَحْتَہٗ وَقَوْلُہٗ کُلَّ سَبْتٍ فِیْہِ جَوَازُ تَخْصِیْصِ بَعْضِ الْاَیَّامِ بِالزِّیَارَۃِ وَھٰذَا ھُوَ الصَّوَابُ

کہ کل سبت میں بعض دنوں کا زیارت کے لیے معین کرنے کا ثبوت ہے اور یہی صواب ہے ۔

حدیث :-

عَنْ شَقِیْقٍ قَالَ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ یُذَکِّرُ النَّاسَ فِیْ کُلِّ خَمِیْسٍ فَقَالَ لَہٗ یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ اَنَّکَ ذَکَّرْتَنَا فِیْ کُلِّ یَوْمٍ قَالَ اَمَا (تنبیہ) اِنَّہٗ یَمْنَعُنِیْ مِنْ ذٰلِکَ اَنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ اُمِلَّکُمْ ۔

(مشکوٰۃ باب العلم جلد ۱ صفحہ ۳۲ ۔ مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۷۷)

حضرت شقیق سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مسعود ہر جمعرات لوگوں کو نصیحت (وعظ) کیا کرتے تھے، ایک آدمی نے کہا اے ابا عبد الرحمٰن! میں دوست رکھتا ہوں کہ ہر روز ہمیں نصیحت کیا کریں فرمایا خبردار مجھ کو اس سے یہ بات روکے ہوئے ہے کہ مکروہ سمجھتا ہوں کہ تمہیں تنگ کروں ۔

مذکورہ بالا احادیث کے حوالہ سے دینی یا دنیوی مصلحتوں کے تحت تاریخ کا تعین (مقرر) کرنا جائز ثابت ہوتا ہے کہ گزشتہ روایات میں علت تاریخ مقرر کرنا ہے وہ کسی بھی پروگرام کے لیے ہو سکتی ہے ۔

لہٰذا گیارہویں شریف یا عرس شریف اور دیگر مواقع پہ فاتحہ خوانی کے لیے تاریخوں کا مقرر کرنا ان ہی مصلحتوں کے تحت ہے

فاتحہ خوانی کے لیے لوگوں کا اجتماع

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا اور آپ اس وقت والدہ مرحومہ کے پاس موجود نہیں تھے ۔

فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمِّیْ تُوُفِّیَتْ وَاَنَا غَائِبٌ عَنْھَا فَھَلْ یَنْفَعُھَا شَیْءٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِہٖ عَنْھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنِّیْ

اُشْهِدُكَ اَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا ۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۸۶ مجتبائی و ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۳۷)

حضرت سعد بن عبادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری غیر موجودگی میں میری والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا ہے اگر میں اُن کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کروں تو اُنہیں فائدہ ہوگا۔ سرکار نے فرمایا ہاں تو عرض کیا سرکار گواہ رہیں کہ میں نے اپنا باغ مخراف اُن کے نام پر صدقہ کیا۔

ختم فاتحہ خوانی میں محفل کا انعقاد اس کی اصل اُشْهِدُكَ ہے۔ کہ حاضرین صاحب صدقہ کے صدقہ پر گواہ ہوتے ہیں جو ایصال ثواب کے لیئے کیا جاتا ہے اور اسی میں اشارہ ہے صدقہ کے لیئے کھانے وغیرہ کے حاضر کرنے کا کہ وہ مشار الیہ ہے کہ یہ چیزیں صدقہ میں دی جا رہی ہیں نیز یہ کہ صحابی نے تو باغ صدقہ کیا تھا اور ہم پھل صدقہ کرتے ہیں۔

اس حدیث پاک کے تحت کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میری ماں اچانک فوت ہو گئی اور کوئی وصیت نہ کر سکی، میرا خیال ہے اگر اسے بولنے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ دیتی اگر میں اُس کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا اُسے اجر ملے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۱)

امام نووی شرح مسلم میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

وفی هذا الحديث جواز الصدقة عن الميت واستحبابها

وان ثوابها يصله وينفعه وينفع المتصدق ايضا وهذا كله اجمع عليه المسلمون ۔

(نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۱)

اس حدیث میں میت کی طرف سے صدقہ جائز اور مستحب ہونے کا ثبوت اور جواز موجود ہے اور صدقہ کا ثواب اور نفع میت اور صدقہ کرنے والے دونوں کو پہنچتا ہے اور یہ ایسے امور ہیں جن پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

ختم و فاتحہ خوانی کے موقع پر پارچات یا کھانا صدقہ کے لیئے ہوتا ہے۔

اَهْلُ الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ لَيْسَ شَيْءٌ يَصِلُ اِلَى الْمَيِّتِ اِلَّا الصَّدَقَةُ وَالدُّعَاءُ ۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۸۵)

اہل علم کہتے ہیں میت کو صدقہ اور دعا پہنچتی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۲۷)

سرکار نے فرمایا (جہنم کی) آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ٹکڑا ہی ہو۔

يَقِيْ اَحَدُكُمْ وَجْهَهٗ حَرَّ جَهَنَّمَ اَوِ النَّارَ وَلَوْ بِتَمْرَةٍ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ۔ (ترمذی ابواب التفسیر القرآن صفحہ ۳۵۴ اردو ترجمہ)

یعنی اپنے چہروں کو جہنم یا آگ کی گرمی سے بچاؤ اگرچہ ایک کھجور یا اس کے ایک ٹکڑے ہی سے ہو۔ (ترمذی جلد ۲)

ختم شریف کی محفل میں ذکرِ خدا کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَاَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ۔

(رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب مسلمانوں کی کوئی جماعت اللہ کا ذکر کرتی ہے تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت الٰہی ان کو اپنے سایہ میں لے لیتی ہے اور ان پر تسکین نازل ہوتی ہے اور اللہ اپنے ملائکہ مقربین میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔

ختم میں دعا کی اہمیت

حدیث: یقول اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ۔

(ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۵۷)

فرماتے ہیں دعا عبادت ہے اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر یقین رکھتے ہوئے التجا کی جاتی ہے۔ حضرت ربیع بنت النضر نے سرکار سے عرض کیا۔ حضور میرے بیٹے کو جنت ملی تو بہتر ورنہ اِجْتَهَدْتُ فِی الدُّعَاءِ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۴۷) کہ میں دعا میں کوشش (کثرت) کروں۔ ان کا لڑکا حارثہ ابن سراقہ جنگ بدر میں شہید ہوا تھا۔

اسی لیے میت کی مغفرت کے لیے ختم شریف میں دعا کی جاتی ہے۔

شاہ اسمٰعیل دہلوی امام الوہابیہ اپنی کتاب صراطِ مستقیم میں فرماتے ہیں۔

"زندہ ایسے کام (ختم فاتحہ خوانی وغیرہ) کرے کہ مردے کو نفع پہنچانا اس سے مقصود ہو۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں زیادہ ظاہر اور مشہور طریقہ دعا ہی ہے۔"

(صراطِ مستقیم اردو صفحہ ۱۰۹)

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِیُّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَغْفِرُوْا لَهٗ۔

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ جب بادشاہ حبشہ نجاشی کا انتقال ہوا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کی مغفرت اور بخشش کی دعا کرو۔

دوسری روایت — جس دن حضرت نجاشی شاہِ حبشہ کا وصال ہوا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا اللّٰهَ لِاَخِیْكُمْ۔ (نسائی صـ۲۷۲)

کہ جس دن نجاشی حبشہ کا انتقال ہوا ہے فرمایا اپنے (اسلامی) بھائی کے لیے بخشش کی دعا کرو۔

حدیث:۔

عَنْ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ وُضِعَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ عَلٰی سَرِیْرِهٖ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ یَدْعُوْنَ وَیُثْنُوْنَ وَیُصَلُّوْنَ عَلَیْهِ قَبْلَ اَنْ یُرْفَعَ وَاَنَا فِیْهِمْ۔

(مسلم جلد۲ صـ۲۷۳ فضائل عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

(ترجمہ) حضرت ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ فرمایا سُنا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو چارپائی پر رکھا گیا تو صحابہ کرام نے آپ کو کفن پہنایا اور تعریف کر رہے تھے اور دعا فرماتے تھے ان کے لیے قبل اس کے کہ ان کو اُٹھایا جائے اور میں ان میں تھا۔"

حدیث:۔

اخرج ابوداؤد والحاکم والبیهقی عن عثمان

قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ عِنْدَ قَبْرِهٖ وَصَاحِبُهٗ یُدْفَنُ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْكُمْ وَاسْئَلُوْا لَهُ التَّثْبِیْتَ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ الْاٰنَ یُسْاَلُ۔

(شرح الصدور صـ۱۸۱)

(ترجمہ) ابوداؤد اور حاکم و بیہقی نے حضرت عثمان سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کے ساتھ اس کی قبر کے پاس سے گزرے اور اس کے ساتھی اسے دفن کر رہے تھے اور فرمایا اپنے بھائی کے لیے بخشش اور اس کی ثابت قدمی کی دعا کرو اس وقت انسان سے سوال کیا جاتا ہے۔"

مذکورہ بالا ہر دو روایات سے میت کو دفن سے پہلے اور بعد دعائے فاتحہ کا ثبوت ملتا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اُٹھائے جانے سے پہلے صحابہ آپ کے لیے دعا کرتے رہے۔ جبکہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن کے بعد دعا مغفرت کرنے کا حکم دیا۔ قبر پر بھی دفن کے بعد ہے اور گھر پر بھی دفن کے بعد ہی ہے اس سے تیجا تک تعزیت کرنے والوں کا دعا کرنا بھی ثابت ہے۔

کھانے پر دُعا کرنا

حدیث :-

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جَو کا کچھ آٹا اور ایک بچہ بکری کا ذبح کرکے غزوۂ خندق کے موقع پر سرکار کی دعوت کی اور سرکار سے کھانا تناول فرمانے کے لیے عرض کیا کہ آپ اور چند صحابی غریب خانہ پر تشریف لائیں۔

فَصَاحَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَھْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا صَنَعَ سُوْرًا فَحَیَّ ھَلًا بِکُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَکُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِیْنَکُمْ حَتّٰی اَجِیْئَ وَجَاءَ فَاَخْرَجَتْ لَهٗ عَجِیْنًا فَبَصَقَ فِیْهِ وَبَارَکَ۔

(مشکوٰۃ باب المعجزات ص ۵۳۳)

(ترجمہ) سرکار نے آواز دی، اے اہلِ خندق جابر نے تمہاری مہمانی تیار کی ہے تم جلدی چلو اور آپ نے فرمایا اے جابر! میرے آنے تک اپنی ہانڈی نہ اُتارنا اور آٹا نہ پکانا آپ تشریف لائے اور میں آپ کے پاس آٹا لے آیا جو گندھا ہوا تھا۔ آپ نے اس میں لُعاب ڈالا اور برکت کی دُعا کی۔

حدیث

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابُوطلحہ رضی اللہ عنہ نے سرکار کی دعوت کی، روٹی تھوڑی تھی۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَّعَهٗ قُوْمُوْا۔ سرکار نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اُٹھو حضرت ابُوطلحہ کے گھر دعوت ہے۔

سرکار تشریف لائے تو روٹیوں کو توڑنے کا حکم دیا جو ریزہ ریزہ کر دی گئیں، اُم سلیم نے ان پر کچھ گھی ڈالا (گویا چُورنا تیار کیا)۔ تو رسُول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُم سلیم جو کچھ ان کے پاس ہے لاؤ تو آپ نے روٹی کا چُورنا پیش کیا۔ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْهِ مَاشَاءَ اللّٰہُ۔ پھر آپ نے اس کھانے میں برکت کی دُعا فرمائی جس کو سترّ یا اَسّی صحابہ نے کھایا۔

(مشکوٰۃ باب المعجزات ص ۵۲۷ ترمذی جلد ۲)

وَفِیْ رِوَایَةِ الْمُسْلِمِ ثُمَّ اَخَذَ مَا بَقِیَ فَجَمَعَهٗ ثُمَّ دَعَا فِیْهِ بِالْبَرَکَةِ فَعَادَ کَمَا کَانَ فَقَالَ دُوْنَکُمْ ھٰذَا۔

(ترجمہ) اور مُسلم کی ایک روایت میں ہے کہ پھر آنحضرت نے باقی کو جمع کیا اور اس میں برکت کی دُعا فرمائی تو وہ اُسی طرح ہوگیا جیسا کہ پہلے تھا اور فرمایا لو اور کھاؤ اس کو۔

حدیث :- ابُوہریرہ سے روایت ہے کہ جب غزوۂ تبوک کا

دن تھا لوگوں کو سخت بھوک محسوس ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے کہا، اے اللہ کے رسول! لوگوں سے باقی ماندہ توشہ منگوا لیجئے
پھر ان توشوں پر برکت کی دعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا ہاں! آپ نے
چمڑے کا دسترخوان منگوایا۔ شروع ہوا ایک شخص وہ چینے کی مٹھی
لاتا تھا اور دوسرا کھجور کی مٹھی اور ایک شخص کھجور کا ٹکڑا لایا حتیٰ کہ دسترخوان
پر تھوڑی سی چیزیں جمع ہوگئیں۔

فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَکَۃِ

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر برکت کی دعا فرمائی پھر
فرمایا اپنے برتنوں میں ڈال لو تمام لوگوں نے اپنے برتن بھر لیے۔
لوگوں میں سے کوئی باقی نہ رہا جس نے اپنا برتن نہ بھرا ہو۔ ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام لشکر نے خوب سیر ہو کر کھایا۔

(رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ باب المعجزات ص۵۳۸)

حدیث:۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ سرکار نے جب
سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شرفِ زوجیت بخشا تو میری والدہ
ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کھجور، گھی اور فروط سے مالیدہ (حلوہ) تیار
کر کے سرکار کی خدمت میں بھیجا (گویا کہ آپ نئی شادی پر ولیمہ کریں)۔
حضرت انس فرماتے ہیں جب میں نے حلوہ پیش کیا تو سرکار نے فرمایا
کہ فلاں فلاں صحابی کو بلا لو، جب میں واپس آیا تو تقریباً تین سو صحابہ

حاضر ہو چکے تھے۔

فَرَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی
تِلْکَ الْحَیْسَۃِ وَتَکَلَّمَ بِمَا شَاءَ اللّٰہُ۔

تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اس حلوہ میں اپنا
دستِ مبارک رکھا اور کلام کیا (یعنی پڑھا) جو اللہ نے چاہا پھر شروع
ہوئے دس دس کو بلاتے تھے اور وہ کھاتے تھے۔

(بخاری جلد ۲ ص۷۷۶۔ مشکوٰۃ ص۵۳۹)

حدیث:۔

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ لوگوں کا
زادِ راہ ختم ہوگیا اور وہ خالی ہاتھ رہ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تاکہ وہ اپنے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت
حاصل کریں۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد اس کی
ملاقات حضرت عمر سے ہوئی اور انہیں یہ بات بتائی۔ انہوں نے
فرمایا اپنے اونٹ ذبح کرنے کے بعد زندہ کس طرح رہو گے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَادِ فِی النَّاسِ
یَاتُوْنَ بِفَضْلِ اَزْوَادِھِمْ فَدَعَا وَبَرَّکَ عَلَیْہِ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں اعلان کر دو کہ اپنا
بچا ہوا زادِ راہ بارگاہِ رسالت میں لے آئیں۔ آپ نے اس پر برکت
کی دعا کی۔ (بخاری جلد ۱ پارہ ۱۲ ص۴۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کچھ کھجوریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا اور عرض کیا اس کے لیے برکت کی دعا فرمادیں فَضَمَّهُنَّ ثُمَّ دَعَا لِي فِيهِنَّ بِالْبَرَكَةِ تو حضور نے انہیں ملایا اور میرے لیے برکت کی دعا کی (مشکوٰۃ باب المعجزات)

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں کھانا پیش کیا، ثُمَّ رَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوٰتَكَ وَرَحْمَتَكَ عَلَى آلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ ثُمَّ أَصَابَ رَسُولُ اللّٰهِ مِنَ الطَّعَامِ۔

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اٹھا کر دعا فرمائی: اے اللہ سعد بن عبادہ کی آل میں برکت و رحمت فرما۔ اس کے بعد کھانا تناول فرمایا۔ (ابوداؤد مترجم جلد ۳ ص ۶۲۸)

مذکورہ بالا روایات کے حوالہ سے کھانے پر دعا کرنا سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

بریں بنا ختم و فاتحہ خوانی میں کھانے پر ایصال ثواب اور برکت کی دعا کر دی جاتی ہے۔

قرآن خوانی کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:-

مَا قَعَدَ قَوْمٌ فِي مَسْجِدٍ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ۔

(ترمذی جلد ۲ ص ۱۱۸ باب ماجاء ان القرآن علی سبعۃ احرف)

(ترجمہ) جب کچھ لوگ مسجد میں تلاوت قرآن اور درس و تدریس کے لیے بیٹھتے ہیں تو ان پر اطمینان و سکون اترتا ہے رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں۔"

اس سے قرآن خوانی کے موقع پر نزول رحمت اور نزول ملائکہ کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ اسی برکت کو حاصل کرنے کے لیے فاتحہ خوانی میں قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے تاکہ یہ سعادت بھی شامل ہو جائے۔

فاتحہ خوانی میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی اہمیت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حیا دار کریم ہے وہ اس بات سے حیا فرماتا ہے۔

إِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ إِلَيْهِ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا

خائبتین ۔
کہ کوئی شخص اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے (دعامیں) تو وہ اسے خالی اور نامراد واپس کرے ۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۶۴۳ ابواب الدعوات مترجم)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اُمید پر ہی فاتحہ خوانی میں اس کے حضور دست بدعا ہو کر فوت شدگان کی بخشش کے لیئے دُعا کی جاتی ہے ۔

فاتحہ کی نیاز بچوں میں تقسیم کرنا

سرکار کی بارگاہ میں صحابہ نیا پھل پیش کرتے تو حضور بچوں میں تقسیم کرتے ۔

اسی لیئے فاتحہ کی نیاز بچوں میں بھی تقسیم کی جاتی ہے ۔

چنوں پر کلمہ شریف پڑھنا

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ۔

تَقُوْلُ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَیْنَ یَدَیَّ اَرْبَعَۃُ اٰلَافِ نَوَاۃٍ اُسَبِّحُ بِھَا قَالَ لَقَدْ سَبَّحْتِ بِھٰذِہٖ اَلَا اُعَلِّمُکِ بِاَکْثَرَ مِمَّا سَبَّحْتِ بِہٖ فَقُلْتُ بَلٰی عَلِّمْنِیْ فَقَالَ قُوْلِیْ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ ۔ (عربی متن جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ ترمذی جلد ثانی مترجم صفحہ ۶۴۲)

(ترجمہ) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اس وقت میرے سامنے چار ہزار گٹھلیاں پڑی ہوئی تھیں میں ان سے تسبیح شمار کر رہی تھی آپ نے فرمایا یقیناً تم نے ان سے تسبیح پڑھی ہے کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ بتادوں جن کے ذریعے اس سے زیادہ تسبیح پڑھ سکو فرماتی ہیں میں نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں آپ نے فرمایا کہو سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے برابر اس کی تسبیح بیان کرتا ہوں ۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عمل سے مخصوص تعداد میں پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے ۔ چھہتر ہزار یا سوا لاکھ مرتبہ ختم تیجا میں کلمہ شریف پڑھنے کے لیئے اتنی گٹھلیوں کا ملنا مشکل ہوتا ہے لہٰذا بارہ ساڑھے بارہ کلو چنے پڑھ لیئے جاتے ہیں کہ اتنی تعداد میں تقریباً تعداد پوری ہو جاتی ہے اور پھر یہ چنے صدقہ کے طور پر تقسیم کر دیئے جاتے ہیں ۔

چنوں کا صدقہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اَخبرنی سیّدی الوالد قال کنت اصنع فی ایام المولد طعامًا صلۃ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین شیء اصنع بہ طعامًا فلم اجد الا حمصًا مقلیًا فقسمتہ بین الناس

فرأیتہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین یدیہ ھذہ الحمص متبھجا بشاشا۔

(ترجمہ) میرے والدِ مکرم فرماتے ہیں کہ میں ایامِ مولد شریف میں کھانا پکایا کرتا تھا تاکہ میلاد شریف پر اظہارِ خوشنودی کرسکوں۔ ایک سال میں اتنا تنگ دست تھا کہ میرے پاس کچھ نہ تھا میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے لیے اور لوگوں میں تقسیم کر دیئے کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت کے سامنے بھنے ہوئے چنے رکھے ہیں اور آپ بہت ہشاش بشاش ہیں۔ (دُر الثمین ص۴۱)

پانی بہترین صدقہ ہے؟

پانی کو فاتحہ خوانی کے دسترخوان پر رکھا جاتا ہے۔

دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ بئر الحدیبیہ۔

(ترجمہ) سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے کنوئیں پر دعا فرمائی۔

(مسلم جلد ۲)

حضرت سعد نے سرکار سے عرض کیا فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ۔ (ابوداؤد ، نسائی ، مشکوٰۃ ص۱۶۹)

کون سا صدقہ افضل ہے تو حضور نے فرمایا۔ پانی۔

پانی بھی بہترین صدقہ ہے حضرت سعد نے اپنی والدہ کو ایصالِ ثواب کے لیے کنواں کھدوایا تھا۔ اسی لیے ختم میں پانی بھی شامل کیا جاتا ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَمَنْ سَقٰی مُسْلِمًا شَرْبَۃً مِنْ مَاءٍ حَیْثُ یُوْجَدُ الْمَاءُ فَکَاَنَّمَا اَعْتَقَ رَقَبَۃً۔

(مشکوٰۃ باب احیاء الاموات والشرب مطبوعہ اعلام پریس ص۲۳۵)

(ترجمہ) اور جس شخص نے پانی پلایا کسی شخص کو اس جگہ جہاں پانی میسر ہے پس گویا اُس نے ایک غلام آزاد کیا۔

بزرگوں کا لنگر کھانے کی تمنا

حضرت سہل فرماتے ہیں کہ ہم میں ایک عورت تھی جو اپنے کھیت میں نہر کے کنارے چقندر بوتی جب جمعہ کا دن آتا تو چقندر کا حلوہ تیار کیا کرتی تھی۔

کُنَّا نَتَمَنّٰی یَوْمَ الْجُمُعَۃِ لِطَعَامِہَا ذَالِکَ۔

(بخاری کتاب الجمعہ جلد ۱ ص۱۲۸)

(ترجمہ) ”ہم جمعہ کو چقندر کا حلوہ کھانے کی تمنا میں رہتے تھے“۔ آج بھی عرس اور گیارھویں کا لنگر کھانے کی لوگ تمنا رکھتے ہیں اور لنگر کی دال شوق سے کھائی جاتی ہے۔

فاتحہ خوانی کے کھانے میں حلوہ کو اس لئے شامل کیا جاتا ہے کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو

مرغوب تھا۔

عن عائشة (رضی الله عنها) قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یحب الحلوی والعسل۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۷)

ام المومنین فرماتی ہیں کہ سرکار حلوہ اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور کو کدو محبت سے کھاتے دیکھا۔

فلم ازل احب الدباء بعد یومئذ۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۵/۸۱۷)

تو اس کے بعد سے میں نے ہمیشہ کدو کو پسند کیا۔

تین دن تک تعزیت کی مجلس میں فاتحہ خوانی کرنا

ماعز بن مالک پر حد عائد ہونے کے بعد تین دن تک فاتحہ خوانی ہوتی رہی:۔

قال فلبثوا بذالک یومین او ثلاثة ثم جاء رسول الله صلی الله علیه وسلم وهم جلوس فسلم ثم جلس فقال استغفروا لماعز بن مالک قال فقالوا غفر الله لماعز بن مالک۔ توانہوں نے دعا

کی اللہ تعالیٰ ماعز بن مالک کو بخش دے۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۶۸)

راوی کہتے ہیں کہ ماعز بن مالک کی تعزیت پر دو یا تین دن تک وہ بیٹھے رہے۔ پھر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ بیٹھے ہوئے ہی تھے تو سرکار نے سلام ارشاد فرمایا پھر آپ بیٹھے پھر فرمایا کہ ماعز بن مالک کے لیئے بخشش کی دعا کرو۔

اس حدیث پاک کے حوالہ سے اہل سنت وجماعت تیجے تک تعزیت کے ساتھ فوت شدہ کے لیئے فاتحہ خوانی کرتے رہتے ہیں۔

تیجا کا ختم

عن عبدالله ابن عمرو عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لم یفقه من قرء القرآن فی اقل من ثلاث۔

(جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۴۹ مترجم)

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ اس شخص نے قرآن پاک کو نہیں سمجھا جس نے تین دن سے کم قرآن پاک کو ختم کیا۔

یہی وجہ ہے کہ ہم فوتگی کے بعد تین دن تک قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں اور قرآن خوانی کے بعد میت کو قرآن خوانی کا ثواب پہنچاتے ہیں اور مقامی طور پر تعزیت کی محفل کو برخاست کر دیتے ہیں۔

میّت کا ساتہ

عن عروۃ بن الزبیر انّہ سمع اسماءَ بنتَ ابی بکرٍ تقولُ قامَ رسولُ اللہِ صلّی اللہُ علیہِ وسلّمَ فذکرَ فتنۃَ التی یُفتنُ بہا المرءُ فی قبرہٖ فلمّا ذکرَ ذالکَ ضجَّ المسلمونَ ضجّۃً ۔

(نسائی مجتبائی صفحہ ۲۹۰ مشکوٰۃ فی اثبات عذاب قبر صفحہ ۲۴)

(ترجمہ) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ انہوں نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے سُنا وُہ فرماتی ہیں کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور اس فتنہ آزمائش کا ذکر کیا جس میں آدمی کو قبر میں مُبتلا کیا جاتا ہے جب اس کا ذکر کیا چلّائے مُسلمان چلّانا ۔

اِس حدیث کے حاشیہ پر علامہ سندھی فرماتے ہیں ۔

قال سندھی قولہ فذکر الفتنہ

الفتنۃُ ھی الامتحانُ والاختبارُ والمرادُ ھٰھنا سوالُ الملکینِ واخرجَ الامامُ احمدُ فی کتابِ الزھدِ وابو النعیمِ فی الحلیۃِ عن طاؤسٍ قالَ انّ الموتیٰ یُفتنونَ فی قبورِھم سبعًا وکانوا یستحبّونَ ان یُطعموا عنھم تلکَ الایّامَ ۔

(شرح الصدور امام سیوطی ص ۱۹۳ نیز الحاوی للفتاوی ص ۱۷۸)

علامہ سندھی فرماتے ہیں قبر کا فتنہ، یہ فتنہ امتحان اور آزمائش ہے اور یہاں مُراد نکیرین کے سوال ہیں جو میّت سے کیئے جاتے ہیں ۔

اور امام احمد نے کتاب زہد اور ابو النعیم نے حلیہ میں حضرت طاؤس[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ مُردے اپنی قبر میں سات دن تک آزمائش میں مُبتلا رہتے ہیں ۔ اور وہ پسند کرتے ہیں کہ اُن کے لیئے کھانا دیا جائے ۔

اسی بنا پر سات دن تک فوت شدہ کو ایصال ثواب کے لیئے کسی مسکین کو کھانا دیا جانا ہمارے معمولات میں شامل ہے ۔

اور ساتوں دن اُن کے لیئے قرآن خوانی اور صدقہ وخیرات پر فاتحہ خوانی کر کے ایصال ثواب اور دُعاءِ مغفرت کی جاتی ہے ۔

سات کے عدد سے نسبت

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی اور تکلیف میں اضافہ ہونے لگا تو دورانِ مرض کے لیئے آپ نے اپنی ازواج مطہرات سے

[1] حضرت طاؤس تابعی ہیں پچاس یا ستر صحابہ کی اُنہیں زیارت ہُوئی ہے اُن کی عُمر نوّے یا ایک سو دس سال ہوئی ہے (فتاوی الحاوی)

میرے گھر میں رہنے کی اجازت طلب فرمائی چنانچہ انھوں نے اجازت دے دی (سرکار جب آپ کے خانۂ اقدس میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے کہ آپ کا مرض بڑھ جانے اور میرے گھر میں تشریف لانے کے بعد حضور نے فرمایا "ھَرِیْقُوْا عَلَیَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ اَوْکِیَتُھُنَّ" کہ میرے اوپر سات مشکیں بہاؤ جن کے ابھی مُنہ نہ کھولے ہوں۔

(بخاری جلد ۲ صہ ۸۵۱)

اس کے حاشیہ پر ہے۔

وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ تَخْصِیْصُ الْعَدَدِ مِنْ جِھَۃِ التَّبَرُّکِ لِاَنَّ لِھٰذَا الْعَدَدِ بَرَکَۃً وَشَانًا لِوُقُوْعِھَا کَثِیْرًا مِنْ اَعْدَادِ الْخَلِیْقَۃِ وَاُمُوْرِ الشَّرْعِیَّۃِ۔

(کذا فی کرمانی۔ حاشیہ صہ ۱۲)

(ترجمہ) احتمال ہے کہ سات کے عدد کی تخصیص تبرک کی جہت سے ہو اس لیئے کہ اس عدد کی برکت اور شان اعداد خلقیہ اور امورِ شرعیہ کے کثیر الوقوع ہونے کے اعتبار سے ہو۔

تو سات کے عدد کو ایک خاص نسبت حاصل ہے۔ اسی نسبت کی جہت سے فوت شدہ کے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کے لیئے ساتواں دن مقرر کیا جاتا ہے۔

اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ مقامی لوگوں کے بعد قریب کے گرد و پیش کے حضرات جن کو متوفی کے انتقال کی بر وقت

اطلاع نہ ہو سکی ہو وہ بھی اطلاع ملنے پر دعائے مغفرت میں شریک ہو جاتے ہیں۔

چالیسواں

اللہ تعالیٰ کا فرمان:۔

ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ۔ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا۔

(پ۱۸ سورہ المومنون آیت نمبر ۱۳-۱۴)

(ترجمہ) "پھر اسے پانی کی بوند کیا اور ایک مضبوط ٹھہراؤ میں پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا"۔

جسمِ انسانی کی ہیئتِ ترکیبی کے لیئے مرحلہ وار جو تبدیلی آتی ہے اس میں صلبِ باپ سے نطفہ کا رحمِ مادر میں قرار پکڑنے کے بعد جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ چالیس روز تک نطفہ سفید پانی کی شکل میں رہتا ہے جبکہ دوسرے مرحلے میں یہ نطفہ خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور چالیس روز کے بعد پھر مضغہ گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے اور چالیس روز کے بعد یہ لوتھڑا جسم کی ہیئت

ترکیبی اختیار کر لیتا ہے تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو حالتوں کی تبدیلی کے درمیان چالیس روز کی مدّت کی صراحت فرمائی ہے۔

ختم چالیسواں میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میت کے چالیس روز گزر جانے کے بعد قبل اس کے کہ جسم کی ہیئتِ ترکیبی میں کوئی تبدیلی آئے، قرآن خوانی، کلمہ کلام، صدقہ خیرات کر کے ایصالِ ثواب کر دیا جاتا ہے تاکہ جسم کی حالت میں تبدیلی آنے سے پہلے میت قبر میں اگر کسی وحشت میں مبتلا ہو تو اللہ تعالیٰ اُسے عافیت عطا فرما دے، بریں بنا ختم چالیسواں کا اہتمام کیا جاتا ہے جس کی شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے۔

دُوسری وجہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ فِي اَرْبَعِيْنَ۔

(ترمذی جلد ۲ ص۱۱۸)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پاک چالیس روز میں ختم کرو۔"

اس فرمان کے مطابق اگر گھر کے دس افراد ہوں اور سبھی ایک ایک قرآن پاک ختم کریں تو دس قرآن پاک ہو جائیں گے۔ اور اگر ساتھ ہی عزیز و اقارب اور دوست احباب بھی ختم قرآن کریں

تو کئی ختم قرآن ہو جائیں گے۔ جس پر چالیسویں کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ سب جمع ہو کر اپنی اپنی تلاوت کا ثواب اور دُعا و استغفار کر کے مرحوم کو ایصالِ ثواب کر دیں۔ جس سے مرحوم کو فائدہ پُہنچے گا۔ یہ دین میں اضافہ نہیں بلکہ دین ہی کے مطابق عمل ہے کہ اس کی اصل ایصالِ ثواب دین میں موجود ہے۔ یہ سب حاضرین اس پر ہی عمل کر رہے ہوتے ہیں۔

ختمِ چالیسواں میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ دُور دراز سے عزیز و اقارب جو موقع پر نہ آسکے تھے اور نہ ہی ساتے کی تقریب ایصالِ ثواب میں شامل ہو سکے تھے وہ چالیسویں کی فاتحہ خوانی میں شریک ہو سکیں اور فرداً فرداً یہ سلسلہ سال تک جاری نہ رہے جب کسی نے سُنا آ گیا اور اس طرح گھر والوں کو بھی لمبی زحمت کرنا پڑے چالیسویں پر ہی ختم ہو جائے۔

مانعین کا سب سے بڑا اعتراض کہ جس چیز کی نسبت غیر خدا کی طرف کی جائے وہ حرام ہے جیسے کہ گیارھویں وغیرہ۔

جواباً وضاحت:۔

یاد ہونا چاہیئے کہ جس چیز کی نسبت کسی بزرگ کی طرف کر کے صدقہ کیا جاتا ہے۔ اس میں اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہوتی ہے کہ اس عملِ خیر پہ ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہوتا ہے اور اس پر مسلمان کا پختہ ایمان اور یقین ہے۔

فرق صرف اتنا ہے کہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کیا جاتا ہے اس پر ملنے والے ثواب کو اس بزرگ کی رُوح کو پیش کرنا ہوتا ہے لہٰذا مجازی طور پر اس کی نسبت بزرگوں کی طرف کر دی جاتی ہے تاکہ تعیین ہو جائے کہ اس چیز کا ثواب ان بزرگوں کی ارواح کو پیش کرنا ہے اور لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ یہ چیز یا جانور صدقہ کے لیئے حاصل کیا گیا ہے۔

ایسی بہت سی روایات واحادیث مُبارکہ جن میں مقصود اَللہ تعالیٰ کا تقرّب ہے مگر منسوب غیر خدا کی طرف کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ پاک میں بیرِ رُومہ (کنواں) خریدا اور فرمایا:۔

فَجَعَلْتُهَا لِلْغَنِيِّ وَالْفَقِيرِ وَابْنِ السَّبِيلِ

(جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۱)

کہ میں نے اِس کنوئیں کو ہر غنی اور فقیر و مسافر کے لیئے وقف کیا۔
یعنی کنوئیں پر خرچ خیرات اللہ تعالیٰ کے نام پر ہے اور اس کے پانی سے ہر شخص فائدہ اُٹھائے خواہ غنی ہو خواہ فقیر یا مسافر سب کو اجازت ہے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید البقر پہ دو دُنبے ذبح فرمائے۔ ایک اپنی طرف سے اور ایک اُمّت کی طرف سے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا یا عائشۃ ھلمّی المدیۃ ثم قال اشحذیھا بحجر ففعلت ثم اخذھا

واخذ الکبش فاضجعہ ثم ذبحہ بسم اللہ اللّٰھم تقبل من محمدٍ و من امۃ محمدٍ ومن اٰل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم ضحی بہ۔

(رواہ مسلم۔ ابوداؤد صفحہ ۳۹۳ مترجم)

دُوسری حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

(رواہ احمد۔ ابوداؤد)

تیسری حدیث کہ سرکار نے فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۔ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّيْ وَعَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِيْ۔

(مشکوٰۃ باب الاضحیہ صفحہ ۱۲۷)

اَے عائشہ (رضی اللہ عنہا) مجھے چھُری دو پھر فرمایا اس کو پتھر پہ تیز کرو تو میں نے ایسا کیا پھر حضورؐ نے چھُری لی اور مینڈھے کو پکڑا اور اس کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر فرمایا بسم اللہ (اللہ اکبر) اے اللہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آلِ محمدؐ اور اُمّتِ محمدؐ کی طرف سے قبول فرما پھر اس کی قربانی کی۔

دُوسری روایت جو حضرت جابر سے ہے اس میں، اے اللہ تیرے لیئے محمدؐ اور اس کی اُمّت کی طرف سے۔
اور تیسری روایت بسم اللہ، اللہ اکبر، اے اللہ یہ میری اور جس شخص نے

میری اُمت سے قربانی نہیں کی اُس کی طرف سے ہے قبول فرما۔"

حدیث

عن انس بن مالک قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یضحی بکبشین وانا اضحی بکبشین۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۳۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو دُنبے قربانی فرماتے تھے اور مَیں بھی دو دُنبے قربانی کرتا ہوں۔

اس حدیث کا حاشیہ

قوله بِكَبْشَيْنِ قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ كَانَ اَحَدُهُمَا عَنْ نَفْسِهِ الْمُعَظَّمَةِ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى وَالْاٰخَرُ عَنْ اُمَّتِهٖ مِمَّنْ لَمْ يُضَحِّ وَيَنْبَغِيْ لِلْاُمَّةِ اَنْ يَّذْبَحُوْا كَبْشَيْنِ اَحَدُهُمَا لِنَفْسِهٖ وَالْاٰخَرُ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَعَلَّ اَنَسًا ضَحّٰى كَبْشَيْنِ لِذٰلِكَ۔

حضرت انس کا دو دُنبے کہنا، بعض علماء نے فرمایا کہ آپ ایک تو اپنی ذات معظم کے لیے عند اللہ اور دُوسرا اپنی اس اُمت کی طرف سے جنہوں نے قربانی نہ کی ہو۔

اور اُمت کے لیے بھی لائق ہے کہ وہ دو دُنبے قربانی کریں۔ ایک اپنی اور دُوسری رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔

شاید حضرت انس رضی اللہ عنہ اسی لیے دو دُنبے قربانی کرتے تھے۔

مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی آل اور اپنی اُمت کے نام پر اُمت کی طرف سے قربانی کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ غیر خدا کی طرف مجازی طور پر نسبت کر سکتے ہیں۔ جبکہ مقصود اللہ تعالیٰ کا تقرب ہو اور ہر مسلمان کا ایسے موقع پر یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ یہ جانور یا یہ چیز اللہ تعالیٰ کے نام پر ہے اور اس کا ثواب فوت شدہ کو ہوگا یہی مفہوم گیارھویں شریف اور دوسرے معمولات کا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے نماز

نماز خالصتہً اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے کوئی بھی عبادت ہو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے غیر خدا کے لیے عبادت ہرگز جائز نہیں کہ عبادت فقط اللہ تعالیٰ کا حق ہے کسی کا حق پامال کرنا بہت بڑا ظلم ہے اسی کو شرک کہا گیا ہے۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

حضرت سالم بن درہم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ہم حج کے لیے نکلے وہاں ایک آدمی تھا۔ اس نے کہا تمہارے علاقہ میں ایک بستی ہے۔

يُقَالُ لَهَا الْاُبُلَّةُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَنْ يَّضْمَنُ لِيْ مِنْكُمْ

اَنْ یُصَلِّیَ لِیْ فِی الْمَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَکْعَتَیْنِ اَوْ اَرْبَعًا وَیَقُوْلُ ھٰذِہٖ لِاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ سَمِعْتُ خَلِیْلِیْ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَبْعَثُ مِنْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شُھَدَآءَ لَا یَقُوْمُ مَعَ شُھَدَآءِ بَدْرٍ غَیْرُھُمْ۔

(رواہ ابوداؤد ۔ مشکوٰۃ باب الملاحم ص۴۶۸)

(ترجمہ) جس کا نام اُبلہ ہے ہم نے کہا ہاں، اس نے کہا مجھے اس بات کی کون ضمانت دیتا ہے کہ وہاں کی مسجد عشار میں میرے لیئے دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے اور پھر کہے یہ نماز ابوہریرہ کے لیئے ہے ۔ میں نے اپنے خلیل ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے ۔ فرماتے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن مسجد عشار سے شہیدوں کو اُٹھائے گا بدر کے شہیدوں کے ساتھ، ان کے علاوہ کوئی اور نہ کھڑے ہوں گے، روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ کیا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد عشار میں اپنے لیئے نماز پڑھنے کا جو حکم دیا کیا یہ شرک تھا۔ ہرگز نہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ مسجد عشار میں میرے لیئے (میری) نماز پڑھنا ۔ یہ تھا کہ نماز تو بہر حال اللہ تعالیٰ کی ہوگی مگر اس نماز پر مرتّب ہونے والا ثواب میرے

نام کر دینا۔

اِس سے ثابت ہوا کہ اگر کسی چیز کی نسبت غیر خدا کی طرف کر دی جائے اور ملحوظ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو اور ثواب بزرگوں کے لیئے کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

لِہٰذا فاتحہ مروّجہ اور نذر و نیاز سے یہی کچھ مُراد ہوتا ہے کہ کوئی جاہل سے جاہل مُسلمان بھی غیر خدا کی عبادت کا ہرگز قائل نہیں فقط ایصالِ ثواب کے قائل ہیں۔

تو ایسے معمولات بجا لانے والے مسلمانوں کو کافر و مُشرک قرار دینا، یا فاتحہ خوانی، تیجا، ساتہ، دسواں، چالیسواں اور عُرس کو بدعت و حرام قرار دینا اور مُسلمانوں کے متعلق ایسی بدگمانی کرنا سراسر بد دیانتی اور زیادتی اور گمراہی ہے ۔ تو ایسا شخص جو خود گمراہ ہو وہ دُوسروں کی رہنمائی کیا کرے گا۔ اس کو بجائے خود محدّثین، مُفسّرین اور محقّقین کی تحقیق سے استفادہ کر کے راہِ ہدایت کو اختیار کرنا چاہیئے اور مسلمانوں کی راہ سے نہیں بھٹکنا چاہیئے۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں وعید سے ڈرنا چاہیئے -

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (پ۵ نساء آیۃ ۱۱۵)

(ترجمہ) اور جو رسُول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس

پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راستے پہ چلے تو ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے جو بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔

یعنی جو شخص مومنوں کی راہ چھوڑ کر دُوسرے راستہ پر چلے گا، ہم اس کو جہنم میں ڈالیں گے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

مُسلمانوں کی راہ یہ ہے کہ سرکار سے لے کر صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین، مفسرین، فقہار، علمار، صُلحار، اور عامۃ المسلمین سب ایصالِ ثواب کے قائل ہیں اور فاتحہ مروّجہ بھی ایصالِ ثواب کا ہی ایک طریقہ ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں ایسا فتنہ اور انتشار پھیلانے والے حضرات کی گمراہی سے بچائے اور انہیں بھی ہدایت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بحقِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ اجمعین

اختتام بروز جمعرات سات بجے صبح

مورخہ ۲۵ ربیع الاوّل شریف ۱۴۱۳ھ

مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۹۲ء